امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۷؍جمادی الاولی ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۳؍دسمبر ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 49

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، یادوں کے چراغ
■ کتابوں کی دنیا، حکایات اہل دل
■ ہندوستان میں شریعت اسلامی......
■ ملک کو ایسے حکمراں کی ضرورت
■ طنز و مزاح شریعت کے آئینے میں
■ شوشل میڈیا کا بیجا استعمال
■ ملی سرگرمیاں، اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ

بین السطور

مسلم اور غیر مسلم تعلقات

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کے لئے دین اسلام کا انتخاب کیا اور اس کا آخری اور مکمل ایڈیشن آقا و مولا فخر موجودات سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا، اور اعلان فرما دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور رسول ہیں، ان کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول،

زبان رسالت نے اعلان فرمایا" لا نبی بعدی" اور اس بات کا بھی اعلان کروایا گیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہاں کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے، علاقوں، قبیلوں کی تفریق باقی نہیں رہی اور ہر قبیلہ اور ہر علاقہ کے لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت قرار پائے۔

آپ صلی اللہ سے قبل جتنے بھی انبیاء ورسل بھیجے گئے، انہیں کسی خاص علاقہ اور خاص قوم کو راہ راست پر لانے کی ذمہ داری دی گئی اور انہیں محدود وقت کے لئے احکام دئے گئے اور یہ سارے احکام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد منسوخ ہو گئے اب مدار نجات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین ماننے، قرآن کریم پر عمل کرنے اور رسول خاتم کے طریقوں کو اپنانے میں مضمر ہے، بغیر اس کے نجات ممکن نہیں۔

پھر چونکہ اس امت کو قیامت تک باقی رہنا ہے اور طاغوتی طاقتیں راہ راست سے انسانوں کو بھٹکانے میں ہمیشہ لگی رہتی ہیں، اور ابتدائے آفرینش ہی سے ابلیسی حربے کام کرتے رہے ہیں، اسی لئے دعوت و تبلیغ اور امت کو قیامت تک صحیح رخ اور سمت پر قائم رکھنے کا نبوی کام علماء کے ذمہ کیا گیا اور زبان نبوت نے علماء کے بارے میں انبیاء کے وارث ہونے کا اعلان کیا اور علماء کو زمین کا چراغ کہا گیا، "العلماء ورثة الانبیاء" اور "العلماء مصابیح الارض" کہہ کر یہ اعلان کر دیا گیا کہ قیامت تک، علماء امت وہ کام کرتے رہیں گے جو ماضی میں کار نبوت رہا ہے۔

دور رسالت میں اور اس کے بعد جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا، ان کی حیثیت امت اجابت یعنی اللہ کی وحدانیت اور رسول کے رسالت کو قبول کرنے والے کی ہو گئی، یہ سب مسلمان کہلائے، قرآن پاک میں انہیں خیر امت اور وسط امت کا لقب دیا گیا، ایک گروہ جس نے اس پیغام کو قبول نہیں کیا، ان کی حیثیت امت دعوت کی رہی، یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن تک دعوت پہونچانے کا کام ہر دور میں داعیان امت کا رہا ہے اور علماء اور مصلحین اس فریضے کی ادائیگی میں غیر معمولی تندہی کا ثبوت دیتے رہے ہیں۔ اس طرح دیکھیں تو تمام غیر مسلم خواہ وہ کسی مذہب کو مانتے ہوں، ان کی حیثیت مدعو قوم کی ہے، اور مسلمانوں سے ان کا رشتہ داعی اور مدعو کا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے میں وہ بھی شریک ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ اللہ کے آخری دین کی دعوت ہمیں ان تک پہونچانی ہے۔ داعی اور مدعو کا یہ رشتہ بڑا نازک ہوتا ہے اس کی اساس اور بنیاد اس محبت اور تڑپ پر ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ لوگ دعوت دین قبول کر لیں، یہ محبت، یہ تڑپ اور یہ بے چینی کبھی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ لگتا ہے کہ آدمی اس فکر میں اپنے کو ہلاک کر ڈالے گا۔

مسلمان اسی انداز کا تعلق غیر مسلموں سے رکھتا ہے، اس کی ہدایت یابی کے لئے کڑھتا رہتا ہے، وہ اپنے مدعو سے نفرت نہیں کر سکتا، اس لئے کہ نفرت کی بنیاد پر دعوت کا کام نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی کسی غیر مسلم سے نفرت کرتا ہے تو وہ دعوت کے کام کو صحیح طور پر نہیں کر سکتا، نفرت کی چیز کفر و شرک ہے، کافر و مشرک نہیں، بالکل اسی طرح جس طرح مریض قابل نفرت نہیں ہوتا، مرض قابل نفرت چیز ہوا کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ساتھ غیر معمولی برتاؤ کیا، اور انہیں مختلف موقعوں پر عزت واکرام سے نوازا۔ یہاں پر ہمیں اس بڑھیا کو یاد کرنا چاہئے جو اللہ کے رسول کے ڈر سے بھاگی جا رہی تھی، اور اسے گٹھری ڈھونے کے لئے کسی مزدور کی تلاش تھی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بڑھیا کی گٹھری اٹھا کر منزل مقصود تک پہونچا دیا، آپ کے اس حسن اخلاق نے بڑھیا کو اسلام سے قریب کر دیا اور وہ کلمہ "لا الہ الا اللہ" پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔ گو محدثین کے نزدیک اس کی سند مضبوط نہیں ہے۔

یہ اور اس قسم کے بہت سارے واقعات یہ بتاتے ہیں کہ داعی کے حسن اخلاق نے دین کی دعوت کے کام کو لوگوں کے دلوں تک پہونچانے کا کام کیا، یہ کام خوف و جبر سے نہ اس زمانے میں کیا جا سکتا تھا اور نہ آج یہ ممکن ہے، آخر قرآن کریم نے یوں ہی اعلان نہیں کر دیا کہ دین میں زبردستی (کافی نفسہ کوئی موقع) نہیں۔

اسلام نے داعی اور مدعو کے اس رشتے کی بنیاد کو پائیداری بخشی اور ان لوگوں کیلئے جو مسلمانوں کے درپئے آزار نہیں ہوئے اور مسلمانوں کیلئے مسائل نہیں کھڑے کئے ان کے لئے واضح حکم دیا کہ: اللہ تم لوگوں کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

اسلام کا یہ حکم رحمت و رافت اور حسن اخلاق کی تعلیم پر مبنی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان بر و احسان کا تعلق نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کی والدہ حالت شرک میں ان کے پاس پہونچیں، انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ماں کے ساتھ اس حالت میں وہ حسن سلوک کر سکتی ہیں، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہاں! اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ کفار و مشرکین مکہ کے ایذائیں پہونچانے اور دعوت دین کے کام میں غیر معمولی رکاوٹیں ڈالنے کے باوجود جب مکہ میں قحط پڑا اور لوگوں کو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا تو آپؐ نے مکہ مال بھیجوایا تا کہ وہاں کے فقراء اور ضرورت مندوں میں اسے تقسیم کیا جائے۔ اس معاملے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا معمول بھی اپنے مشرک پڑوسیوں سے حسن سلوک کا تھا، ملک شام کی طرف جاتے ہوئے حضرت عمر بن الخطابؓ کا بیت المال سے مجوسی کوڑھیوں کی مدد کرنا ثابت ہے، اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ قربانی کے گوشت اپنے یہودی پڑوسیوں کو بھی دیا جائے، اس لئے کہ پڑوسیوں کا حق بہت ہے اور اس میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں کی گئی ہے، اسی طرح اسلام نے یتامیٰ کی خبر گیری کے لئے مسلم اور غیر مسلم کی قید نہیں لگائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کی مالی معاونت کی جا سکتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت بلا تخصیص مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو محض اللہ کی رضا کے لئے کھانا کھلانے کو بہتر عمل اور اپنی رضا کا سبب بتایا ہے، جب کہ ایک دوسری جگہ یتیموں کی ناقدری اور مسکینوں کے معاملات سے صرف نظر کرنے کو اپنی ناراضگی کا سبب قرار دیا ہے۔

حسن سلوک کا ہی ایک طریقہ مریضوں کی عیادت ہے، اسلام میں مریضوں کی عیادت کا حکم مسلم اور غیر مسلم سب کے لئے ہے، امام بخاری نے روایت نقل کی ہے کہ ایک یہودی غلام اللہ کے رسول کے پاس خدمت میں رہتا تھا، جب وہ بیمار ہوا تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی عیادت کی۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کی عیادت کی اور ان پر اسلام پیش کیا، ابن حجرؒ نے ان روایتوں سے مشرکین کی عیادت کے جواز پر استدلال کیا ہے، صاحبؒ بحر الرائق نے اسے بر و احسان کے ذیل میں رکھتے ہوئے جواز کے قول کو ترجیح دیا ہے، امام احمد بن حنبلؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

حسن سلوک کے ذیل میں ہی تعزیت کا معاملہ آتا ہے، فقہاء نے اسے جائز قرار دیا ہے، البتہ ایسے کلمات سے اجتناب کا حکم دیا ہے جس سے شرک کی عظمت کسی درجہ میں بھی سامنے آئے، بعض فقہاء نے اسے بعض شرطوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ بر و تقویٰ کی عمومیت سے حکم عام ہی نکلتا ہے۔

ہم ہندوستان میں رہتے ہیں اور بہت سارے ممالک وہ ہیں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، ان حالات میں غیر مسلموں سے تجارتی لین دین ایک سماجی اور معاشی ضرورت ہے، اس ضرورت کے تحت مشرکین و کفار کے ہر اس معاملات میں شرکت کی جا سکتی ہے، جو حلال ہو اور سود نیز دوسرے ممنوعات سے پاک ہو، روزمرہ کی خرید و فروخت، اجارہ، رہن اور اس قسم کے دوسرے امور مالیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے غیر مسلموں سے کئے جاتے رہے ہیں اور آج بھی ان کی اجازت ہے، البتہ سود، دھوکا دہی، خمر و خنزیر کے معاملہ میں ان کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا اور ان معاملات میں شریک ہونا مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہوگا، مسلمان غیر مسلموں سے عاریت کا معاملہ بھی کر سکتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر اس کے پاس امانتیں رکھی جا سکتی ہیں اور جان و مال کی سلامتی کا یقین ہو اور احوال اس کے متقاضی ہوں تو بعض صورتوں میں ان سے پناہ بھی چاہی جا سکتی ہے۔ فقہاء نے غیر مسلم والدین کا نان و نفقہ بھی ضرورتاً دینے کو جائز کہا ہے، بعضوں کا قول اس مسئلے میں وجوب کا بھی ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ ر پر)

اچھی باتیں

"تم پانی جیسے بنو جو اپنا راستہ خود بناتا ہے، پتھر جیسے نہیں جو دوسروں کا راستہ بھی روک لیتا ہے ☆ جب دل میں مَیل، طبیعت میں ضد اور لفظوں میں مقابلہ آجائے تو یہ تینوں جیت جاتے ہیں، صرف تعلقات اور رشتے ہار جاتے ہیں ☆ حالات جب ناموافق ہوں تو موسم خزاں کے اس درخت کو دیکھیے جو ایک ایک پتے کو کھو کر بھی اس امید پر کھڑا رہتا ہے کہ بہار کے دن آئیں گے ☆ ایک سال میں پچاس دوست بنانا بڑی بات نہیں مگر پچاس سال تک ایک ہی دوست سے دوستی نبھانا بڑی بات ہے۔" (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

"زراعت کے تینوں قانون کی محض واپسی سے کسانوں کی فکرمندی ختم ہونے والی نہیں ہے، کسانوں کے ایک طبقہ پر قانون کی خوبیوں کا احساس نہ ہونے کا الزام لگانا غلط ہے، بلکہ یہ زراعتی مسائل سے آنکھیں موند لینے کے مترادف ہے، اخراجات بڑھنے اور کم قیمت ملنے جیسی دشواریوں سے لگاتار کسان دوچار رہے، بہت سارے مسائل گذشتہ ایک سال میں زیادہ بڑھ گیے ہیں، کیوں کہ ڈیزل، بجلی اور کھاد پر لاگت بکری در کے مقابلے میں کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے، حال ہی میں جاری مزدوری کے اعداد و شمار اور کسانوں کے حالات کا جائزہ لینے سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ (ہمانشو، ایسوسی ایٹ پروفیسر جے این یو، ہندوستان ۴؍دسمبر ۲۰۲۱ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں —— رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

اعلیٰ ظرفی

’’جان لو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، اللہ اسے بھی جانتے ہیں، اس لئے تم اس سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ بخشنے والے اور بردبار ہیں‘‘۔ (بقرہ:۲۳۵)

وضاحت: اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر وفات کر جائے تو جب تک اس کی عدت کے دن پورے نہ ہوں کوئی چھپے چوری بھی اس سے نکاح کا وعدہ نہ لے اور نہ ہی نکاح کرے۔ ہاں! دل میں رہے تو کوئی حرج نہیں ہے، اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اللہ رب العزت کو تمہارے دل کا ہر بھید معلوم ہے، ایسے عالم الغیوب سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی، اس لئے اس کی گرفت سے ہمیشہ ڈرتے رہو، دوسری طرف اس کی بخشش اور بردباری بھی عام ہے، اس لئے س سے پر امید بھی رہنا چاہئے، کیونکہ اللہ رب العزت اپنے بندے کی کمی کوتاہی اور کمزوری سے اچھی طرح واقف ہے، وہ قدرت کے باوجود بندہ کے ساتھ حلم و بردباری کا طریقہ اختیار کرتا ہے، اگر وہ گرفت کرنے پر آجائے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا، مگر وہ رحیم وکریم، عفو و درگزر سے کام لیتا ہے اور انتقام نہیں لیتا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہر انسان صفت حلم و بردباری سے متصف ہو جائے اور انتقامی جذبہ کو دل سے نکال ڈالے تو اس سے آپسی تعلقات میں بہتری اور خوشگواری پیدا ہوگی اور دلوں میں ایک دوسرے کے لئے ہمدردی کا جذبہ ابھرے گا اور اگر بدخلقی سے پیش آئے گا تو فاصلے بڑھیں گے اور تعلقات کی کڑیاں بکھریں گی، اس لئے کسی بھی ناگوار بات کو برداشت کرنا اعلیٰ ظرفی کی علامت ہے، اس سے انسان کا اخلاقی حسن دو چند ہو جاتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حقیقت ان لفظوں میں سمجھایا کہ جس چیز میں نرمی ہو اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے الگ کرلی جاتی ہے اس کو بدنما بنا دیتی ہے، بہت سے کم ظرف لوگ اپنے مخالفین کی توہین وتحقیر کرنے میں گراوٹ کی اس سطح پر آجاتے ہیں جہاں ایمان تو کجا انسانیت بھی شرمانے لگتی ہے، ایسے بدترین لوگوں کی نہ گھر میں عزت ہوتی ہے اور نہ معاشرہ وسماج میں، کیونکہ وہ اسلام کے حسن اخلاق کی نعمت سے محروم ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخالف سے مخالف ترین لوگوں سے بھی حسن اخلاق اور اعلیٰ ظرفی سے پیش آتے تھے، بخاری شریف میں ایک طویل روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں ملنے کی اجازت چاہی آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا یہ اپنی قوم کا بدترین آدمی ہے، جب اسے اندر آنے کی اجازت ملی اور وہ آکر بیٹھ گیا تو آپ اس کے ساتھ نہایت خوشدلی کے ساتھ پیش آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پڑا اور اس کے لئے بچھ سے گئے، جب وہ رخصت ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا جب یہ شخص آیا تھا تو شروع میں آپ نے ایسا ایسا کہا لیکن جب وہ اندر آگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اسے دیکھ کر کھل اٹھا اور آپ اس کے لئے بچھ سے گئے، یہ سن کر فرمایا عائشہ بھلا تم نے کبھی مجھے کسی سے بدخلقی کے ساتھ پیش آتے دیکھا ہے؟ جسے لوگ اس کے شر کی وجہ سے ڈر کر چھوڑ بیٹھیں، وہ قیامت کے دن خدا کی نگاہ میں سب سے برا شخص ہوگا، معلوم ہوا کہ داعی امت کی منصبی ذمہ داری ہے کہ اس کی زبان میں نرمی ہو، دل میں الفت ومحبت ہو اور ساتھ ہی وسیع النظر اور کشادہ قلب ہو تا کہ مخالف کے دلوں پر اس کے حسن اخلاق کا پرتو عیاں ہوتا رہے، اسلام نے ہم کو اسی کی تعلیم دی اور اسی میں ہماری کامیابی کا راز مضمر ہے۔

غائبانہ دعا کرتے رہیے

’’حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک غائب کی دعاء دوسرے غائب کے لئے بہت ہی جلد قبول ہو جاتی ہے‘‘ (ما دعوۃ اسرع اجابت من دعوۃ غائب لغائب، ھذا حدیث رواہ الترمذی)

مطلب: دعاء ومناجات سے انسان کا مرتبہ بلند ہوتا ہے اور اللہ سے تقرب بھی حاصل ہوتا ہے جو عبودیت وبندگی کی انتہا ہے، بعض صوفیاء کرام نے لکھا کہ کچھ لوگ اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ ان کا کام جلدی کردو، ان کا ہاتھ اٹھانا مجھے اچھا نہیں لگتا، اس کا کام جلدی نمٹا دو، کام ہو جائے گا تو ہاتھ اٹھانا بند کردے گا، مگر بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ اللہ سے ہاتھ اٹھا کر کوئی دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اس کا کام ذرا تاخیر سے کرنا، اس کا ہاتھ اٹھانا مجھے بہت اچھا لگتا ہے، جی چاہتا ہے کہ ہاتھ اٹھائے رکھے، تمہیں تمہارے مالک کے یہاں سے ملے، نہ ملے اور کیوں نہ ملے؟ ضرور ملے گا، لیکن تمہارا ہاتھ اٹھانا اللہ کو بہت اچھا لگتا ہے، کاش ہم ایسے بن جائیں کہ ہمارا ہاتھ اٹھانا اللہ کو محبوب بن جائے ہاتھ کا اٹھنا اپنی حاجت وضرورت کے لئے ہوا جو یقیناً اللہ قبول فرمائیں، لیکن جب کوئی مسلمان بھائی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے غائبانہ طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے تو حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ وہ دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے ہاں وہ دعا زیادہ مقبول ہے جو اخلاص نیت اور صدق دل سے کی جائے اور کسی آدمی کا دوسرے کے لئے غائبانہ طور پر خیر وبھلائی کی دعا مانگنا صدق ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے کیونکہ اس میں کسی کا دکھاوا مقصود نہیں ہوتا اور نہ ہی مدعو کو خوش کرنا مطمح نظر ہوتا ہے، وہ تو جانتا ہی نہیں ہے کہ یہ آدمی میرے لئے خیر کی دعا مانگتا ہے، وہاں ریاکاری اور دکھلاوے کا کوئی سبب نہیں ہوتا اس سے ظاہر ہے کہ یہ آدمی دل کی تڑپ کے ساتھ اس آدمی کے لئے خیر پہونچانے کا طلب گار ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے خیر کی دعاء مانگتا ہے تو اس کمال اخلاص کی وجہ سے اللہ اس دعا کو سب سے زیادہ جلدی قبول فرماتا ہے، اگرچہ روبرو دعا کرنا اچھا ہے لیکن غائبانہ دعا جلدی قبول ہو جاتی ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب وہ غائبانہ اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو اس کے پاس ایک فرشتہ پہونچ جاتا ہے جو اس کی دعا پر آمین کہتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے ’’ولک مثل ذالک‘‘ یعنی اللہ تیری دعا قبول کرے اور تجھے بھی وہی کچھ دے جو تو اپنے اس بھائی کے لئے مانگ رہا ہے، اس لئے دعاؤں کا اہتمام کیجئے، اللہ سے اپنے لئے مانگئے، اپنے والدین کے لئے، عزیز واقارب کے لئے، دوستوں اور ساتھیوں کے لئے اور پوری امت کی صلاح وفلاح کے لئے، دعا غائبانہ کا کثرت سے التزام کیجئے اور امید رکھئے کہ اللہ تعالیٰ حالات کو بدلیں گے اور زندگی امن وسکون، ترقی وخوشحالی سے ہمکنار ہوگی، واللہ المستعان والیہ المجیب

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

جس لڑکی سے منسوب طے تھا بوقت ایجاب وقبول دوسرے کا نام لیا گیا تو نکاح کس کا ہوا؟

امیر الدین جو سلیمہ کے ساتھ منسوب تھا، نکاح کے وقت وکیل نے اس کے چچا سے پوچھا کہ آمنہ کا نکاح امیر الدین سے پڑھا دیا جائے؟ چچا نے اجازت دے دی۔ حالاں کہ دونوں کو صحیح نام معلوم نہ تھا کیوں کہ آمنہ نام سلیمہ کی چھوٹی بہن کا ہے۔ اگرچہ سلیمہ نیم بالغہ سے بھی اجازت لی گئی تھی لیکن نکاح بنام آمنہ کے پڑھا دیا گیا اس کے بعد سلیمہ سے خلوت صحیحہ وغیرہ ہوئی، اس کے چند روز کے بعد امیر الدین کو اس غلطی کا پتہ چلا، اس لیے یہ استفتاء کیا جاتا ہے کہ نکاح کس سے ہوا؟

ج: صورت مسئولہ میں امیر الدین کا نکاح آمنہ ہی سے ہوگیا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ولو کان لرجل بنتان کبریٰ إسمها عائشة وصغریٰ إسمها فاطمة وأراد أن یزوّج الکبریٰ وعقد بإسم فاطمة ینعقد علی الصغریٰ (الدر المختار باب العدۃ:۲/۵۹۹) یعنی اگر ایک مرد کی دو لڑکیاں ہوں، بڑی کا نام عائشہ اور چھوٹی کا نام فاطمہ ہو، اور وہ مرد بڑی کا نکاح کرنا چاہتا ہو اور عقد کے وقت چھوٹی یعنی فاطمہ کا نام لے تو چھوٹی ہی کا نکاح ہو جائے گا اس لیے صورت مسئولہ میں مناسب ہے کہ امیر الدین سے مسماۃ آمنہ کو طلاق دلوا کر فوراً سلیمہ سے نکاح کردیا جائے۔ طلاق کی عدت گزارنے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ آمنہ کے ساتھ خلوت نہیں ہوئی۔ (رد المحتار کتاب النکاح:۲/۲۷۵) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد ۴/۶۰)

جس لڑکی سے اجازت لی بوقت ایجاب وقبول اس کے بجائے دوسری لڑکی کا نام لیا تو نکاح کا حکم:

بکر کے پاس چار لڑکیاں ہیں خالدہ خانم، شاکرہ خاتون، ذاکرہ خاتون، زاہدہ خاتون۔ خالدہ خانم کی شادی قبل ہو چکی ہے دوسری لڑکی شاکرہ خاتون کی زید سے نکاح کے متعلق ساری باتیں طے ہو گئی تھیں، قاضی نکاح نے بھی شاکرہ خاتون کی زید سے نکاح پڑھانے کی اجازت لی تو شاکرہ نے اجازت دے دی لیکن قاضی نکاح نے بوقت ایجاب وقبول غلطی سے شاکرہ خاتون کے بجائے اس کی چھوٹی بہن ذاکرہ خاتون کا نام لے کر زید سے نکاح پڑھا دیا اور زید نے بھی قبول کرلیا، اس کے بعد شاکرہ خاتون کی رخصتی ہوگئی اور وہ زید کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے لگی ہے زید بھی شاکرہ خاتون ہی کو چاہتا ہے لیکن اب شاکرہ خاتون کے گھر والوں نے بتلایا کہ غلطی سے شاکرہ کی جگہ ذاکرہ کا نام بتلا دیا گیا۔

اب یہ بتلایا جائے کہ زید سے شاکرہ خاتون کا نکاح ہوا یا ذاکرہ خاتون کا؟ اگر ذاکرہ خاتون سے ہوا تو پھر اس سے چھٹکارے اور شاکرہ خاتون سے نکاح کی کیا صورت ہوگی؟

ج: صورت مسئولہ میں جب کہ ناکح (قاضی نکاح) نے شاکرہ خاتون سے نکاح کی اجازت لی تو وہ شرعاً شاکرہ خاتون کا وکیل قرار پایا اور وکیل کو وکالت کے خلاف کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں جب قاضی نے شاکرہ خاتون کے بجائے ذاکرہ خاتون کا نام لے کر زید سے نکاح پڑھایا تو زید کا نکاح شاکرہ خاتون سے صحیح ومنعقد نہیں ہوا، اور شاکرہ زید کی بیوی نہیں ہوئی۔ دونوں فوراً علیحدگی اختیار کرلیں۔ البتہ جب کہ قاضی نے ذاکرہ خاتون کا نام لیا تو وہ درحقیقت نکاح فضولی قرار پایا کیوں کہ قاضی نہ تو ذاکرہ خاتون کا ولی ہے اور نہ ہی وکیل، اور نکاح فضولی کی صحت اجازت پر موقوف رہتی ہے یعنی جس سے نکاح پڑھایا گیا بعد میں اگر وہ اجازت دے دے تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ نہیں۔

وتزویج العبد والأمة بغیر إذن مولاهما موقوف فإن أجاز المولیٰ جاز وإن ردّه بطل وکذلک لو زوّج رجل امرأة بغیر رضاها أو رجلا بغیر رضاه وهذا عندنا فإن کل عقد صدر من الفضولی وله مجیز انعقد موقوفاً علی الإجازة (ہدایہ باب الأولیاء والأکفاء:۲/۳۲۲)

لہٰذا اگر ذاکرہ خاتون نے نکاح کا علم ہو جانے کے بعد اس نکاح پر خوشی کا اظہار کیا اور زید کی بیوی بننے پر راضی ہوگئی تو یہ نکاح ذاکرہ خاتون سے صحیح ہوگا اور وہ زید کی بیوی قرار پائے گی۔ اور اگر ذاکرہ خاتون نکاح کا علم ہو جانے کے بعد زید کی بیوی بننے پر راضی نہیں ہوئی تو یہ نکاح ذاکرہ خاتون سے بھی صحیح نہیں ہوگا۔ ایسی صورت میں شاکرہ سے نکاح کر کے اس کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے۔

ذاکرہ کی رضامندی کی صورت میں اگر زید شاکرہ کو رکھنا چاہتا ہے تو ذاکرہ کو طلاق دے کر شاکرہ خاتون سے شرعی طور پر نکاح کرنا ہوگا۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد ۴/۶۲)

بوقت اجازت لڑکے کے نام میں غلطی ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

لڑکے کا صحیح نام مظاہر علی تھا اور ان کے والد کا نام کمال الدین تھا، لیکن جب لڑکی سے قاضی صاحب (نکاح پڑھانے والے) اجازت لینے کے لیے لڑکی کے مکان گئے اور اس جگہ میں لڑکا موجود نہ تھا اور پھر قاضی صاحب نے لڑکے کے نام مظاہر علی کے بجائے مظاہر حسن اور ان کے والد کمال الدین کے بجائے محمد جمال الدین کہہ کر نکاح کی اجازت طلب کی اور اسی نام پر نکاح منعقد ہوا تو اب از روئے شرع بتلایا جائے کہ صورت مسئولہ میں مظاہر علی کا نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ واضح رہے کہ لڑکی رخصت ہو کر سسرال چلی گئی اور مذکورہ لڑکے کے ساتھ رہ رہی ہے۔

ج: صورت مسئولہ میں جب کہ قاضی نکاح نے لڑکے اور اس کے والد کا غلط نام (مظاہر حسن، محمد جمال الدین) لے کر لڑکی سے اجازت لی اور لڑکی نے اپنا نکاح مظاہر حسن ولد محمد جمال الدین سے پڑھانے کی اجازت دے دی اور قاضی نے لڑکی کا نکاح مظاہر علی ولد کمال الدین سے پڑھا دیا جس سے اصلاً منسوب طے تھا تو قاضی نکاح کی حیثیت فضولی کی ہوئی اور فضولی کا کیا ہوا نکاح لڑکی کی اجازت ورضامندی پر موقوف رہتا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر لڑکی کو مظاہر علی ولد کمال الدین سے نکاح کا علم ہونے کے بعد اس نے رضامندی ظاہر کردی اور رخصت ہو کر سسرال چلی گئی تو یہ نکاح شرعاً صحیح ومنعقد ہوا اور دونوں میاں بیوی قرار پائے۔ میاں بیوی کی طرح ان دونوں کا ایک ساتھ رہنا شرعاً جائز ودرست ہوا۔ (ہدایہ فصل فی الوکالۃ بالنکاح:۲/۳۲۲) (فتاویٰ امارت شرعیہ جلد ۴/۶۴)

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڈیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 49 مورخہ ۷ر جمادی الاولی ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۳ر دسمبر ۲۰۲۱ء روز سوموار

ذرائع ابلاغ کی بے بسی

تینوں زرعی قوانین کی واپسی کے بعد ذرائع ابلاغ بہت بے بس نظر آرہا ہے، سب سے زیادہ سبکی ان قوانین کی واپسی سے پرنٹ میڈیا اور الکٹرونک میڈا کو اٹھانی پڑی ہے، وہ اینکر جو ٹی وی پر چیخ چیخ کر ان قوانین کی افادیت، اہمیت اور ضرورت پر زمین وآسمان ایک کیے ہوئے تھے، وہ حاشیہ پر آگیے ہیں، ان اخبارات کے مالکان اور مدیران بھی شرمندگی محسوس کر رہے ہیں جو کسان تحریک کے خلاف لکھنے میں ساری حد پار کر چکے تھے، سبکی تو وزیر اعظم کو بھی اٹھانی پڑی، کیوں کہ ان کی جملہ بازی ہار گئی اور انہیں اقرار کرنا پڑا کہ ہم کسانوں کو سمجھانے میں ناکام رہے انہیں اس ناکامی کا خیال مختلف ریاستوں میں ہونے والے انتخاب کی وجہ سے آگیا، ورنہ وزیر اعظم حسب سابق ''من کی بات'' کہتے رہتے اور کسان ٹھنڈ سے مرتے رہتے۔

اس سلسلے میں نیوز اینکر سوشانت سنہا اپنے دل کے درد کو روک نہیں سکے، انہوں نے ایک ویڈیو سوشل میڈیا پر لوڈ کر کے بتایا کہ ہم ہیرو سے زیرو ہو گیے، انہوں نے وزیر اعظم پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ ''ہم لوگ جنہوں نے قانون پڑھا، اسے سمجھا، اور انہیں لگا کہ چلو اب کسانوں کے لیے کچھ اچھا ہو رہا ہے، وہ نریندر مودی کے جھکنے کے ساتھ ہی ہار گیے، مودی جی کچھ کسانوں کو سمجھا نہیں پائے تو کچھ کے لیے انہوں نے سب کو قربان کر دیا، سوشانت سنہا اتنے ہی پر نہیں رکے، انہوں نے کہا کہ اگر کچھ کے حساب سے ہی چلنا ہے تو جموں اور کشمیر میں ۳۷۰ بھی لے آیئے، وزیر اعظم کو ان لوگوں کو بھی جواب دینا چاہیے جو لوگوں کو قانون سمجھا رہے تھے۔

سوشانت سنہا نے کچھ غلط نہیں کہا ہے، لیکن اس واقعہ میں سوشل میڈیا اور پرنٹ میڈیا کی عبرت کے لیے بہت کچھ ہے، جو وزیر اعظم کی ہر بات میں سُر سے سُر ملانے کے عادی رہے ہیں، یہ صحیح ہے کہ گودی میڈیا اس کام کے لیے حکومت سے بڑی رقم لیتا ہے، جس کے بدلے وہ حکومت کی قصیدہ خوانی میں ایک دوسرے سے آگے نکل جاتا ہے، بکے ہوئے لوگ آقا کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر پاتے اس زاویہ سے دیکھیں تو بکی ہوئی گردن اور جھکے ہوئے سر میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔

خفیہ ایجنسی کی بھول

ملک کی سالمیت، مختلف انداز کے دشمنوں سے حفاظت اور سازشوں سے محفوظ اور باخبر رکھنے کے لیے ہمارے یہاں کئی خفیہ ایجنسیاں کام کر رہی ہیں، ان ایجنسیوں کے علاوہ ریاستی طور پر بھی جرم کی روک تھام کے لیے مخبری کا مضبوط نظام قائم ہے، یہ حساس ادارے ہیں اس لیے ان کو اسی قدر چست و درست رہنا ہوتا ہے، یہ اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں، ان سے جو بھول چوک ہوتی ہے، اس کے نتیجہ میں بڑا نقصان ہو جاتا ہے، کبھی کبھی ان کی بھول کا نتیجہ عام شہریوں کو بھگتنا پڑتا ہے اور کئی بار جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔

۴ر دسمبر ۲۰۲۱ء کو ناگالینڈ میں ایسا ہی کچھ ہو گیا، خفیہ ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق پیرا ملٹری فورس کے ۲۱ر پیرا کمانڈو کے ایک دستہ نے اوٹنگ گاؤں کو لوٹ رہے کوئلہ مزدوروں پر لانگ کھاؤ کے دو الگ الگ مقام پر گولیاں چلا کر پندرہ مزدوروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، واردات کے وقت پولیس گائیڈ کو ساتھ رکھنے کی فوجی جوانوں نے ضرورت محسوس نہیں کی، یہ جگہ ناگالینڈ کے ضلع مون میں تیرو علاقہ کے تحت آتا ہے، ملٹری فورس نے دہشت پسندوں کے شبہ میں ان کی گاڑی کو نشانہ بنایا۔

یہ حادثہ اس قدر افسوسناک ہے کہ پورا ملک اس کی مذمت کر رہا ہے، اس کی جانچ کے لیے اس آئی ٹی (اسپیشل انوسٹی گیشن) تشکیل دی گئی ہے، ایف آئی آر درج کرایا گیا ہے، جانچ کمیٹی کو ایک ماہ میں رپورٹ دینے کو کہا ہے، جرم کسی کا بھی ہو، جانچ کی رپورٹ کچھ بھی آئے، لیکن جو ہلاک ہوئے ان کی واپسی تو نہیں ہو سکتی، پندرہ خاندان اجڑ گیا، بچے یتیم ہو گیے، ماؤں کی مانگوں کے سیندور اتر گیے، اس کی تلافی بھلا کیوں کر ہو سکے گی۔

اس خوفناک اور الم ناک واقعہ کی وجہ سرحد اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں تعینات فوجی اور نیم فوجی دستوں کو افسپا (آرمڈ فورسیز اسپیشل پاورا یکٹ) قانون کے ذریعہ ملنے والے خصوصی اختیارات ہیں، ان اختیارات کو استعمال کر کے فوج عوام پر ظلم کرنے لگتی ہے اور بے قصور شہری اس کے شکار ہوتے ہیں، اسی لیے اس واقعہ کے بعد ناگالینڈ کے وزیر اعلیٰ نیفر یو، نے افسپا کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے، میگھالیہ کے وزیر اعلیٰ کونارڈ کے سنگما نے بھی اس کی حمایت کی ہے تاکہ فوج اس کا سہارا لے کر عام شہریوں پر تشدد نہ کر سکے۔ افسپا کا سب سے زیادہ غلط استعمال ماضی میں کشمیر میں ہوتا رہا ہے اور فوج کے ہاتھوں بے گناہ شہریوں کے قتل کی وارداتوں کو اس قانون کی آڑ میں نظر انداز کیے جانے کا لمبا سلسلہ رہا ہے۔ لیکن کشمیریوں کے تئیں ملک کے سیاسی قدآوروں کا جو رویہ رہا ہے، اس کی وجہ سے کبھی بڑے پیمانے پر افسپا کو ختم کرنے کی پہل نہیں کی گئی، ناگالینڈ کے حالیہ واقعہ نے اس مسئلہ کو پھر ہوا دے دی ہے۔

اس واقعہ میں ہمارے لیے جو سب سے بڑی سیکھ ہے وہ یہ ہے کہ آنے والی خبروں پر آنکھ بند کر کے اعتماد نہ کیا جائے، اپنے طور پر تحقیق بھی کی جائے، بلا تحقیق خبر پر اقدام کرنے سے اس قسم کی شرمندگی کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے۔ اللہ رب العزت نے بھی آنے والی خبروں پر تحقیق کا حکم دیا ہے، تاکہ غلط ہونے پر اپنے اقدام پر شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

تولیدی شرح میں گراوٹ

آبادی اور رقبے دونوں کے اعتبار سے ہندوستان کا شمار دنیا کے بڑے ممالک میں ہوتا ہے، آبادی کی بڑھتی شرح کو قابو میں کرنے کے لیے یہاں حکومتی سطح پر خاندانی منصوبہ بندی کے عنوان سے مختلف قسم کے پروگرام چلائے جاتے ہیں، ''دو یا تین بچے، ہوتے ہیں گھر میں اچھے'' اور ''پہلا بچہ ابھی نہیں، تین کے بعد کبھی نہیں'' کے نعروں نے انسانی ذہن و دماغ پر جو اثر ڈالا ہے، اس کے نتیجے میں مانع حمل ادویات کا استعمال بڑھا ہے، خاندانی منصوبہ بندی کے دیگر ذرائع نے بھی سماج میں پکڑ بنالی ہے، جس کا نقصان وہ اثر یہ ہوا ہے کہ عورتوں کی تولیدی صلاحیت و شرح میں رکارڈ کمی درج کی گئی ہے، ایک ہے منصوبہ بندی کے ذریعہ آبادی کا کنٹرول، گو یہ بھی غیر شرعی ہے اور اس کے اپنے نقصانات ہیں، اس کی وجہ سے معاشی پیداوار میں کام کرنے کے لیے ہمیں افراد نہیں مل رہے ہیں اور دوسرا ہے صلاحیتوں کا ختم ہو جانا، یہ زیادہ تشویشناک ہے۔

قومی خاندانی صحت سروے۔۵ (نیشنل فیملی ہیلتھ سروس۔۵) کی رپورٹ کے مطابق ملک میں افزائش نسل کی مجموعی شرح (ٹی ایف آر) فی عورت ۲٫۲ سے گھٹ کر ۲٫۰ پر آگئی ہے، اس رپورٹ کے تیار کرنے میں ملک کی چودہ ریاستوں اروناچل پردیش، چنڈی گڈھ، چھتیس گڈھ، ہریانہ، جھارکھنڈ، مدھیہ پردیش، دہلی، اڈیشہ، پڈوچیری، پنجاب، راجستھان، تمل ناڈو، اتر پردیش اور اترا کھنڈ کا سروے کیا گیا، اس سروے میں سات سو سات اضلاع کے تقریبا ۱-۶ر لاکھ گھرانوں تک پہونچا گیا، سروے میں سات لاکھ چوبیس ہزار ایک سو پندرہ خواتین اور دس لاکھ ایک ہزار آٹھ سو انتالیس مرد شامل ہوئے، ایک سو اکتیس اہم اطلاعات ان سے حاصل کی گئیں، نیتی آیوگ کے رکن صحت ڈاکٹر وی کے پال اور مرکزی وزیر صحت اور خاندانی بہبود کے سکریٹری راجیش بھوشن نے، ''فیکٹ شٹ'' جاری کر کے ملک کو یہ اطلاعات فراہم کی ہیں، عورتوں میں افزائش نسل کی صلاحیت اور شرح میں کمی کا ایک بڑا سبب مانع حمل ادویات کا استعمال ہے، جس کی شرح (سی پی آر) چون فی صد سے بڑھ کر سرسٹھ فی صد ہو گئی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ملک کی چودہ ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں یہ شرح ۱٫۴ سے ۲٫۴ تک ہے، چنڈی گڈھ میں لڑکیوں کی تولیدی شرح ۱٫۴، اتر پردیش میں ۲٫۴ رہے۔ سروے کے پہلے مرحلہ میں بائیس ریاستوں کی صورت حال کا جائزہ لیا گیا تھا اور اس کی رپورٹ ۲۰۲۰ء میں سامنے آئی تھی، دونوں مرحلے کی رپورٹ کو سامنے رکھ کر جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ بچوں اور خواتین میں خون کی کمی کا معاملہ بھی تشویش کا موضوع ہے۔

دراصل جب ہم قدرت کی عطا کردہ صلاحیتوں کی ناقدری کرتے ہیں تو اس کا خمیازہ ہمیں بھگتنا پڑتا ہے، معاملہ مانع حمل ادویات کا ہو یا مستقل طریقۂ کار کے ذریعہ خاندانی منصوبہ بندی کا، دونوں انسانی فطرت اور قانون قدرت کے خلاف ہے، اور اس کا جسمانی صحت پر اچھا خاصہ اثر ہوتا ہے، اور دھیرے دھیرے صلاحیتوں کو دیمک لگ جاتی ہے، پھر اس کے جو مضر اثرات سامنے آتے ہیں، وہ انتہائی پریشان کن ہوتے ہیں، اس لیے خاندانی منصوبہ بندی کے لیے عام حالات میں جب عورت کی صحت کو خطرات لاحق نہ ہوں، مانع حمل ادویات کے استعمال اور خاندانی منصوبہ بندی کے دوسرے مستقل اور غیر مستقل طریقوں کے اپنانے سے گریز کرنا چاہیے، یہ ہماری صحت وعافیت کے لیے ضروری ہے اور اسلامی مزاج اور تقاضوں کے عین مطابق بھی۔

اسمبلی میں وندے ماترم

جدیو اور بی جے پی کی مخلوط حکومت نے بی جے پی کے ایجنڈا پر کام شروع کر دیا ہے، اسی کی ایک کڑی حالیہ اسمبلی اجلاس کا آغاز واختتام وندے ماترم سے کرنا ہے، مجلس اتحاد المسلمین کے ریاستی صدر اور رکن اسمبلی جناب اختر الایمان نے اس معاملہ پر اپنا احتجاج اسمبلی میں درج کرایا، یہ اچھی بات ہے، سارے اعمال کو آنکھ بند کر کے سہہ لینے سے فرقہ پرستوں کے حوصلے بلند ہوتے ہیں، اختر الایمان پر مختلف ارکان نے جو تبصرے کیے وہ قابل مذمت ہیں واقعہ یہ ہے کہ وندے ماترم میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ ہمارے مذہبی معتقدات اور دستور میں دیے گئے مذہبی آزادی کے تصورات سے میل نہیں کھاتے، اس لیے اس کے اسمبلی میں گائے جانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ مسلمانوں کی واضح سوچ شریعت کی روشنی میں یہ ہے کہ ملک ہمیں محبوب ہے، لیکن یہ معبود نہیں ہے، اس لیے ہم کسی ایسی بات کو نہیں دہرا سکتے جس سے معبود ہونا ثابت ہوتا ہو۔ حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے اس واقعہ کا سخت نوٹس لیا ہے، وزیر اعلیٰ اور اسمبلی کے صدر نشیں (اسپیکر) سے آئندہ اس قسم کی حرکتوں پر روک لگانے کی اپیل کی ہے، تاکہ سیکولرزم کے بنیادی ڈھانچہ کو دھکا نہ لگے، یوں بھی اختیاری چیزوں کو لازم کرنا دستور ہند کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

خانگی تشدد

ہندوستان میں خانگی تشدد کے واردات میں اضافہ ہوا ہے، یہ تشدد مرد وعورت دونوں کی طرف سے ہوتا ہے، مردوں کی طرف سے جسمانی تعذیب اور ہراسانی اور عورتوں کی طرف سے عموما ذہنی اذیت کے، یہ معاملات معاشی کمزوری اور ہر دو کے کسی دوسرے سے غیر قانونی تعلقات کی بنیاد پر ہوتے ہیں، غیر قانونی تعلقات کی ایک شکل ہمارے نزدیک بغیر شادی کے ایک ساتھ رہنے اور زندگی گذارنے کی بھی ہے، تیس فی صد سے زیادہ معاملات کا تعلق اسی غیر قانونی تعلق سے ہے، اس کی وجہ سے خانگی زندگی اجیرن بن رہی ہے اور گھر کا سکون درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس بے سکونی کے ماحول سے اگر نکلنا ہو تو اس کی واحد شکل یہ ہے کہ غیر قانونی رشتوں سے خود کو بچا کر رکھا جائے، ایک دوسرے پر اعتبار اور اعتماد قائم کیا جائے، اور شریعت نے میاں بیوی کے جو حقوق وفرائض بیان کیے ہیں اس پر سختی سے عمل کیا جائے، قرآن کریم میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے، لباس آرام بھی پہونچاتا ہے، جسمانی عیوب کو بھی چھپاتا ہے، اس کی رعایت کی جانے لگے تو گھر ٹینشن فری زون ہوگا اور میاں بیوی دونوں ایک دوسرے سے سکون پائیں گے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ ✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امیر شریعت رابع: ابوالفضل حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ

امیر شریعت رابع امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے بانی وجنرل سکریٹری، جمعیت علمائے بہار کے سابق ناظم، خانقاہ رحمانی مونگیر کے سجادہ نشیں، جامعہ رحمانی مونگیر کے سابق استاذ، سینکڑوں مدارس اور تعلیمی اداروں کے صدر اور سرپرست، تحفظ شریعت کے مرد میداں، ملی، تعلیمی اور رفاہی کاموں کے سرگرم قائد، مجاہد آزادی، ملک اور بیرون ملک میں بے شمار مسلمانوں کے پیر ومرشد ابوالفضل حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ کا وصال رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کی تیسری شب کو خانقاہ رحمانی مونگیر میں ہوگیا، دوران تراویح ہی دل کا دورہ پڑا، حجرہ میں لے جائے گئے اور جان جاں آفریں کے سپرد کردی، سب کچھ منٹوں میں ختم ہوگیا، ۱۹/مارچ ۱۹۹۱ء کی شام شریعت وطریقت کا آفتاب غروب ہوگیا، ۳/رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کو بعد نماز مغرب جامعہ رحمانی کے صحن میں ناظم امارت شرعیہ مولانا سید نظام الدین صاحب نے (جو بعد میں امیر شریعت سادس ہوئے) جنازہ کی نماز پڑھائی اور اپنے نامور والد قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کی قبر کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔

حضرت امیر شریعت رابع مولانا منت اللہ رحمانی بن قطب عالم مولانا محمد علی مونگیری بن سید عبدالعلی بن سید غوث علی بن سید راحت علی بن سید امان علی رحمہم اللہ کی ولادت ۹/جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ روز منگل خانقاہ رحمانی مونگیر میں ہوئی، سلسلہ نسب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے، ابتدائی تعلیم خانقاہ رحمانی میں حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، پھر گیارہ سال کی عمر میں ہی حیدرآباد مولانا عبداللطیف رحمانی صاحب کی خدمت میں بھیج دیئے گئے، ایک سال میں صرف ونحو، منطق اور دیگر فنون سے خصوصی دلچسپی پیدا ہوگئی، وہاں سے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لے گئے، اور ہدایہ اولین تک کی تعلیم یہیں پائی، طالب علمانہ زندگی کے چار سال یہاں لگائے، ۱۹۳۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور یہاں کے نامور اساتذہ حضرت مولانا اعزاز علی، حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہم اللہ سے کسب فیض کیا، آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا حیدر حسن خاں محدث کا نام بھی آتا ہے۔ ۱۹۳۳ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں طالب علمی کے دوران ہی حضرت مولانا محمد علی مونگیری کا وصال ہوگیا، ظاہر ہے یہ عمر تصوف وسلوک کے تنبیہات سمجھنے کی نہیں تھی، اس لیے تصوف وسلوک کی تربیت بعد میں آپ نے حضرت مونگیری کے خلیفہ حضرت مولانا محمد عارف صاحبؒ سے حاصل کی جو ہرسنگھ پور ضلع دربھنگہ کے رہنے والے تھے، اس راہ میں مرتبہ کمال پر پہونچنے کے بعد مولانا محمد عارف صاحبؒ نے اجازت بیعت وخلافت سے نوازا، ۱۹۴۲ء میں جب حضرت مولانا لطف اللہ صاحب نے سفر آخرت اختیار کیا تو حضرت مونگیری کے تمام خلفاء ومریدین نے خانقاہ رحمانی کا سجادہ نشیں آپ کو مقرر کیا آپ نے مخلوق خدا کی روحانی تربیت کے ساتھ جامعہ رحمانی کی نشأۃ ثانیہ کا کام کیا، برسوں خود بھی تدریسی کاموں سے منسلک رہے، بعد میں ہجوم کار کی وجہ سے یہ سلسلہ باقی نہ رہ سکا؛ لیکن آپ کی خصوصی توجہ اور طریقہ کار کی وجہ سے جامعہ اور خانقاہ دونوں کی پورے ملک میں ایک شناخت بن گئی، اور اس کا شہرہ ملک وبیرون ملک میں پھیلا۔

۱۹۳۵ء میں آپ جمعیت علمائے بہار کے ناظم اور ۱۹۳۷ء میں مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی کے ٹکٹ پر رکن اسمبلی منتخب ہوئے، ۲۴/مارچ ۱۹۵۷ء کو حضرت مولانا ریاض احمد سنت پوری کی صدارت میں منعقد اجلاس میں آپ امیر شریعت منتخب ہوئے، اس وقت مجلس ارباب حل وعقد کے نام سے کوئی مجلس نہیں تھی، بڑے علماء اس موقع سے مدعو ہوتے تھے اور امیر شریعت کا انتخاب عمل میں آتا تھا، انتخابی اجلاس مدرسہ رحمانیہ سپول دربھنگہ میں ہوا تھا، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیت علمائے ہند کی شرکت بحیثیت مشاہد ہوئی تھی، مجلس میں حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی نائب امیر شریعت دوم، مولانا محمد عثمان غنی ناظم امارت شرعیہ، مولانا عبدالرحمٰن صاحب گودنا (جو پہلے نائب امیر شریعت بعد میں امیر شریعت خامس بنے) قاضی احمد حسین صاحب، مولانا مسعود الرحمٰن، مولانا محمد عثمان سوپولی رحمہم اللہ وغیرہ شریک تھے۔

انتخاب امیر کے بعد شروع کے پانچ سال بڑی آزمائش اور کشمکش کے تھے؛ لیکن جب اللہ کسی سے کام لینا چاہتا ہے تو رفقاء کار بھی اسی انداز کے عطا فرماتا ہے؛ چنانچہ ۱۹۶۲ء میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ جامعہ رحمانی کی معلمی چھوڑ کر امارت شرعیہ آگئے، اور جلد ہی مولانا سید نظام الدین صاحب کو امارت شرعیہ لانے میں کامیاب ہوگئے، حضرت امیر شریعت رابع کی فکر وتحریک کو ان حضرات نے زمین پر اتارنے کا کام کیا اور امارت شرعیہ کا کام پھیلنے لگا، امارت شرعیہ کا دفتر خانقاہ مجیبیہ میں تھا، وہاں سے قاضی نورالحسن اسکول کی موجودہ عمارت میں منتقل ہوا، قریب کی ایک اور بلڈنگ خریدی گئی، بڑی جدوجہد کے بعد امارت شرعیہ کے دفتر کی موجودہ اراضی سرکار سے لیز پر لی گئی اور ۱۵/نومبر ۱۹۸۱ء کو اس زمین پر حضرت امیر شریعت رابعؒ نے دفتر امارت شرعیہ کی سنگ بنیاد ڈالی، اس موقع سے آپ نے فرمایا:

"میں عمر کی اس منزل پر پہنچ چکا ہوں جہاں لوگ نئے منصوبے نہیں بناتے؛ لیکن خدا کے فضل اور پورے ملک میں پھیلے ہوئے مخلصین پر اعتماد کرتے ہوئے یہ نیا کام شروع کیا جارہا ہے، قومی اور ملی کاموں کا انحصار افراد پر نہیں ہوتا، میں رہوں یا نہ رہوں اسے پورا کرنے کی ذمہ داری آپ سبھوں کی ہے"۔

جب پارلیمنٹ میں یکساں شہری قانون لاکر مسلم پرسنل لا بورڈ کو کالعدم قرار دینے کا منصوبہ بنایا گیا تو آپ میدان میں نکلے، ۲۸/جولائی ۱۹۶۲ء کو امارت شرعیہ کے زیر اہتمام انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ میں ایک کل جماعتی کانفرنس بلائی، جس کی صدارت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ نے فرمائی، مولانا ابواللیث اصلاحی امیر جماعت اسلامی نے افتتاح فرمایا، کئی سال کی تگ ودو کے بعد ۱۳، ۱۴/مارچ ۱۹۷۴ء کو دارالعلوم دیوبند میں نمائندہ اجتماع ہوا، اور اس کے فیصلہ کی روشنی میں ۲۷، ۲۸/دسمبر ۱۹۷۲ء کو ممبئی میں وہ تاریخی اجلاس ہوا، جس میں بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی، اپریل ۱۹۷۳ء میں حیدرآباد اجلاس میں آپ جنرل سکریٹری منتخب ہوئے اور تادم آخری اس عہدے پر فائز رہے۔ آپ نے پورے ہندوستان میں گھوم گھوم کر اعلان کیا:

"میں اس کے لیے تیار ہوں کہ ہماری گردنیں اڑادی جائیں، ہمارے سینے چاک کردیے جائیں، مگر ہمیں یہ برداشت نہیں کہ "مسلم پرسنل لا" کو بدل کر ایک "غیر اسلامی لا" ہم پر لاددی جائے ہم اس ملک میں باعزت قوم اور مسلم قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتے ہیں"۔

آپ کے وقت میں امارت شرعیہ نے خدمت خلق اور عصری تعلیمی اداروں کے قیام کا فیصلہ کیا، مولانا سجاد ہوسپٹل اور رام ام یو ہائی اسکول آسنسول اس کام کا نقطۂ آغاز تھا، جو بعد کے امراء کے دور میں پھیلا، حضرت کی خدمات کا دائرہ اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ اس پر کئی کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور آئندہ لکھی جاتی رہیں گی، واقعہ یہ ہے کہ "داماں نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار"۔

میں اپنے ہی ایک مضمون کے اقتباس پر اس مضمون کا اختتام کرتا ہوں۔

"مولانا دارالعلوم دیوبند کے مسائل کے حل کے لیے کوشاں ہوں یا ندوۃ کی مجلس شوریٰ میں کوئی مسئلہ زیر بحث ہو، جامعہ رحمانی مونگیر کو عروج وارتقاء کے مختلف مدارج سے گزارنا ہو یا خانقاہ کی مسند سجادگی، مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کی تحریک ہو یا اس کا دور نظامت، شاہ بانو کیس میں نفقہ مطلقہ کے خلاف احتجاج ہو یا ایمرجنسی میں خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف تحریر وتقریر، امارت شرعیہ کے امیر شریعت کی حیثیت سے تحفیظ وشریعت اور توسیع دارالقضاء کی جہد مسلسل ہو یا انڈیپنڈنٹ پارٹی کی سیاسی جدوجہد، قریہ قریہ دعوت دین کا کام ہو یا مدارس کی سرپرستی سب تحفظ شریعت اور دفاع اسلام ہی کے مختلف عنوان ہیں، اور ہر عنوان ایک ضخیم کتاب کا مضمون، اس لیے امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نور اللہ مرقدہ نے بجا لکھا ہے کہ "ہندوستان میں اسلام کی حفاظت وصیانت کی تاریخ جب بھی لکھی جائے گی وہ ان کے ذکر کے بغیر ادھوری اور نامکمل ہوگی، بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ مولانا کے کالبد خاکی میں جو خون گردش کررہا تھا اور جسم وجان کے رشتے کو برقرار رکھنے کے لیے جو سانس کی آمد ورفت تھی اگر زبان حال کو سننے والے کان ہوتے تو معلوم ہوتا کہ وہ تحفظ شریعت ہی کے لیے وقف تھے"۔

کتابوں کی دنیا ✍: مولانا نورالحق رحمانی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

المسائل المستجدة فی ضوء الأحكام الشرعية

"المسائل المستجدة فی ضوء الأحكام الشرعية" جناب مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی مدظلہ نائب ناظم امارت شرعیہ ومدیر اعلیٰ ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ کے ان فقہی بحوث ومقالات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے اسلامک فقہ اکیڈمی کے سالانہ فقہی سیمیناروں اور ادارۃ المباحث الفقہیۃ کے فقہی اجتماعات اور دیگر علمی مجلسوں اور سیمیناروں میں پیش فرمائے ہیں، اردو میں یہ مقالات دو جلدوں میں "نئے مسائل کے شرعی احکام" کے نام سے شائع ہوکر اہل علم وارباب فقہ وفتاوی سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں۔ المسائل المستجدة اسی کتاب کی پہلی جلد کا عربی ترجمہ ہے جو فصیح اور سلیس عربی زبان میں ہے، اس کے مترجم مولانا محمد امداد اللہ ندوی، اس خدمت پر شکر وسپاس اور ہمت افزائی کے مستحق ہیں۔

جہاں تک کتاب کی علمی، فقہی وفنی حیثیت کا تعلق ہے تو مفتی صاحب موصوف کا نام ہی اس کے معیاری ہونے کی ضمانت ہے، مفتی صاحب موصوف دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل اور فقہ وافتاء میں متخصص ہیں، تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی علمی زندگی کا آغاز مدرسہ احمدیہ ابابکر پور ویشالی سے کیا جو ان کی مادر علمی بھی ہے، وہاں انہوں نے بیس برسوں تک تدریس وتحقیق کی خدمت انجام دی، امارت شرعیہ سے شروع سے ہی وابستہ رہے اور حضرت امیر شریعت رابعؒ، حضرت امیر شریعت سادس، قاضی شریعت حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی اور حضرت امیر شریعت سابع رحمہم اللہ کے معتمد رہے ہیں، اسی بناء پر جب امارت میں نائب ناظم کی جگہ خالی ہوئی تو ان کی طرف امارت کے ذمہ داروں کی نظر گئی تو انہوں نے انہیں اس اہم منصب پر فائز کیا اور اپنی سرکاری ملازمت کو چھوڑ کر اور قربانی دے کر یہاں تشریف لائے اور اس پلیٹ فارم سے گذشتہ ۱۹ برسوں سے متنوع دینی وعلمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

کتاب کے سلسلہ میں ساتویں امیر شریعت استاذ محترم حضرت مولانا محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ سارے مقالات علم وتحقیق کا عمدہ نمونہ ہیں، حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ مولانا محمد شمشاد رحمانی نائب امیر شریعت نے بھی کتاب اور صاحب کتاب کو کافی سراہا ہے، اس عربی نسخے کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ حضرت مولانا ڈاکٹر سید شاہ تقی الدین فردوسی ندوی مدنی ازہری دامت برکاتہم جو صوبہ بہار کے معروف عالم دین، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے براہ راست شاگرد ہیں اور عربی واردو زبان میں ان کی متعدد کتابیں ہیں، انہوں نے اس کتاب کے عربی ترجمہ پر مکمل نظر ثانی فرمائی ہے وہ اس کتاب کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

"میں نے مفتی صاحب قاسمی کی طلب پر ان کی اس کتاب کا مطالعہ کیا، موصوف نے مشہور فقہی کتابوں کے طرز پر کتاب مرتب فرمائی ہے اور مراجع ومصادر کے ذکر کا خاص اہتمام کیا ہے اور معروف فقہی مذاہب میں سے کسی خاص مسلک کا التزام نہیں کیا ہے، انہوں نے جس فقیہ کی رائے کو ترجیح دی ہے وہ کتاب وسنت اور اسلامی قواعد کی روشنی میں، میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کی اشاعت اس فرض کی ادائیگی کا ایک حصہ ہے جو اللہ نے علماء پر واجب کیا ہے......، انہوں نے کتاب کے مترجم مولانا امداد اللہ ندوی صاحب کی خدمت کو بھی سراہا ہے اور لکھا ہے کہ میں نے حرفا حرفا اس کا مطالعہ کیا ہے، مترجم نے ترجمہ کی خدمت بحسن وخوبی انجام دی"

ایسے بڑے عالم اور ادیب کی اس تحریر کے بعد مزید کسی تائید وتصدیق کی ضرورت نہیں رہ جاتی، کیا بہتر ہو کہ مفتی صاحب موصوف اپنی کتاب نئے مسائل کے شرعی احکام کی دوسری جلد کا بھی ترجمہ کراکر اسے منظر عام پر لائیں، مفتی صاحب کے دعوتی مضامین کا عربی ترجمہ اس سے قبل شائع ہوکر مقبول ہوچکا ہے۔

Scanned with CamScanner

قسط نمبر-۲۴

حجۃ الاسلام الامام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بحیثیت مصنف

☆حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ☆

(۳)**ھدیۃ الشیعہ** : حضرت نانوتویؒ نے اس کتاب میں شیعوں کی جانب سے وارد ہونے والے اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔بحمد اللہ حجۃ الاسلام اکیڈمی سے اب اس کا عربی ترجمہ اشاعت کے مرحلہ میں ہے۔

(۴)**الدلیل المحکم علی قراء ۃ الفاتحۃ للمؤتم**: یہ کتاب نماز کے ایک اختلافی مسئلہ کا بیان ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھے گا یا نہیں؟

(۵)**الاجوبۃ الاربعون**: اس کتاب میں بھی شیعوں کے مختلف اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

(۶)**اسرار قرآنی** :(فارسی) بعض قرآنی سوالات کے محققانہ جوابات کا مجموعہ ہے،اور ''تفسیر المعوذتین'' اس کتاب میں شامل ہے''الرحیم اکیڈمی کراچی'' نے اسے شائع کیا ہے۔

(۷)**تصفیۃ العقائد**: اصولی اور کلامی مباحث اس تصنیف کا موضوع ہے جو درحقیقت سرسید احمد خان کے ایک خط کا جواب ہے۔اسے شیخ محمد حیات میرٹھی نے ''تصفیۃ العقائد'' نام سے شائع کیا اس میں وہ خط بھی شائع ہے جو سرسید احمد خان صاحب نے حضرت نانوتویؒ کو ارسال کیا تھا۔

(۸)**تحذیر الناس** : یہ کتاب درحقیقت ایک استفتاء کے جواب میں ہے اور ۹۶؍صفحات پر مشتمل ہے،اس استفتاء کی اہمیت اس لئے تھی کہ اس کا تعلق مسئلہ ختم نبوت سے تھا آپ نے عقل ونقل سے اس مسئلہ کو مدلل فرمایا۔آپ کے زمانہ میں ہی یہ کتاب معرکۃ الآراء بن گئی تھی۔

(۹)**رد قول الفصیح**: شیخ عبدالقادر بدایونی کے شاگرد شیخ فصیح الدین نے ''تحذیر الناس'' پر کچھ اعتراضات پیش کئے تھے،حضرت نانوتویؒ نے خود اپنے قلم سے اس کے جوابات تحریر فرمائے اور اس کا نام ''رد قول الفصیح'' رکھا۔

(۱۰) **حجۃ الاسلام** :(اس کا ذکر تفصیلاً تصنیفات کے ضمن میں آچکا ہے)

(۱۱) **روداد میلہ خداشناسی**: یہ کتاب اس مباحثہ کی روداد ہے جو شاہ جہانپور میں عیسائیوں،آریوں اور سناتن دھرمیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہوا تھا،پورے مباحثہ کی روداد حضرت کے ایک شاگرد رشید مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ نے مرتب کی ہے اس کتاب سے حضرت نانوتویؒ کے علم وفن،طرز استدلال،اثبات مدعا کے مقدمات کی ترتیب اور اس سے نتائج کے استخراج کا حیرت ناک مظاہرہ ہوتا ہے۔

(۱۲)**مباحثہ شاہ جہانپور** : اصول دین کی حقانیت کا بیان اور عیسائیت کا رد ۱۲۹۵ھ شاہ جہانپور میں دوسرا مناظرہ ہوا تھا اس کی یہ روئیداد ہے،حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ نے مرتب فرمائی۔

(۱۳)**براھین قاسمیہ**:تصنیفات کے ذیل میں اس کا ذکر تفصیلاً آچکا ہے۔

(۱۴)**قبلہ نما**:(〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃)(۱۵)**جواب ترکی بہ ترکی**: (〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃)(۱۶)**تقریر دلپذیر**: (〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃)(۱۷)**توثیق الکلام** : (〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃)(۱۸)**تحفۂ لحمیہ** : (〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃)

(۱۹)**انتباہ المومنین** :(فارسی)ایک حدیث شریف کی شرح مشکوۃ شریف باب مناقب العشرۃ فصل ثالث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے بارے میں ہے اس کی شرح ہے مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے اس کا سلیس اردو ترجمہ کیا ہے۔

(۲۰) **فیوض قاسمیہ** :یہ بھی حضرت نانوتویؒ کے مکاتیب کا ایک مختصر مجموعہ ہے جو ۱۵؍خطوط پر مشتمل ہے،لیکن خطوط مفصل ہیں،اس لئے ۵۶؍صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں،ان میں اکثر خطوط تو مستقل ایک مضمون کی حیثیت رکھتے ہیں،جن میں مختلف مسائل دینیہ وشرعیہ پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔

(۲۱) **جمال قاسمی**: یہ اردو میں ایک طویل ترین خط ہے،جو ۱۴؍صفحات میں آیا ہے دہلی کے ایک بزرگ مولانا جمال الدین علویؒ نے حضرت نانوتویؒ سے صوفیاء کی اصطلاح ''وحدۃ الوجود'' اور سماع موتی'' کے بارے میں سوال کیا تھا،حضرتؒ نے اس خط میں ان دونوں مسئلوں پر روشنی ڈالی ہے۔

(۲۲)**مکتیب قاسمی** :یہ کتاب آٹھ خطوط کا مجموعہ ہے،جو آپ نے اپنے مرید خلیفہ بشیر احمد دیوبندیؒ کو جواباً لکھا ہے جس میں اوراد و وظائف کی ہدایات ہیں۔

(۲۳)**الاجوبۃ الکاملۃ فی الاسئلۃ الخمسۃ**:یہ رسالہ ایک شیعہ کے پانچ سوالات کے جوابات میں ہے۔

(۲۴)**لطائف قاسمیہ** :یہ بھی حضرت نانوتویؒ کے مکتوبات کا ایک مختصر سا مجموعہ ہے جو ۲۸؍صفحات پر مشتمل ہے،ان میں نو خطوط ہیں،ان میں ایک خط جو سب سے طویل ہے وہ ''جمعہ فی القریٰ'' کے مسئلہ پر ہے۔

(۲۵) **قصائد قاسمی**: یہ حضرت نانوتویؒ کا ایک شعری مجموعہ ہے،پہلا قصیدہ نعتِ رسول ہے اور اس کے بعد تین قصیدے سلطان عبدالحمید کی تعریف میں ہے،ان میں پہلا اردو میں،دوسرا فارسی میں اور تیسرا قصیدہ عربی زبان میں ہے اور رسالہ کے آخر میں ایک قصیدہ ہے جس میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کو بیان کیا گیا ہے۔

حضرت کی چند اہم کتابوں اور مکتوبات کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔

مطبوعہ مکاتیب

حضرت نانوتویؒ کے مکاتیب میں سے اب تک ۹؍مجموعے شائع ہوئے ہیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱)مکاتیب قاسمیہ۔(۲)فیوض قاسمیہ۔(۳)لطائف قاسمیہ۔(۴)جمال قاسمی۔(۵)الحق الصریح۔(۶)تحذیر الناس۔(۷)اسرار القرآن۔(۸)فرائد قاسمیہ۔(۹)تصفیۃ العقائد۔

حضرتؒ کے ان مکاتیب کی طرف آپ کے تلامذہ نے توجہ فرمائی اور ان کی ترتیب اور تخریج کا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ان مکاتیب اور رسائل کا موضوع اور شیعیت،رد بدعت،رد عیسائیت اور ہندو ازم ہے،آپ نے عقل ونقل کی روشنی میں بداہۃً اس کی تردید فرمائی اور اسلام کی حقانیت کو واضح فرمایا۔حضرت کی کم وبیش تحریروں کا یہی انداز ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ آپ کا بنیادی موضوع علم کلام ہے،آپ نے تمام مسائل جدید علم کلام کی روشنی میں واضح فرمایا۔آپ کی تصنیفات اور مکتوبات پڑھنے کے بعد علوم شرعیہ کے بہت سے اسرار وحکم تک رسائی ہوتی ہے اور عقل بھی ان کی تائید کرتی ہے۔

حکایات اہل دل

کلک: مولانا رضوان احمد ندوی

عرصہ سے ہفتہ وار نقیب میں حکایات اہل دل کے ذیل میں بزرگان دین اور اولیاء ومشائخ کے واقعات لکھنے کا سلسلہ جاری ہے،جنہیں قارئین دلچسپی سے پڑھتے ہیں اور اپنے اندر ایمان ویقین میں تازگی وتوانائی محسوس کرتے ہیں،اسی سلسلہ کے چند واقعات یہاں ذکر کئے جاتے ہیں امید ہے کہ آپ انہیں پسند کریں گے۔

اخلاص کی قدر

ایک بزرگ کسی دوسرے بزرگ سے ملاقات کو چلے،پاس کچھ نہ تھا،محبت میں خیال ہوا کہ خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے کچھ تو لے کر جانا چاہئے،راستہ میں دیکھا کہ درختوں سے لکڑیاں سوکھ کر زمین پر پڑی ہیں،ان کو جمع کرکے ایک گٹھڑی باندھ کر بزرگ کی خدمت میں پہونچے اور عرض کیا کہ حضرت کچھ لکڑیاں لایا ہوں،حضرت کے یہاں ایک وقت کی روٹی ہی پک جائے گی وہ بزرگ اس ہدیہ کی قدر فرماتے ہیں اور خادم کو حکم دیتے ہیں کہ یہ چیز جب فی اللہ کی وجہ سے آئی ہے،اس کی تحقیر نہ کرنا ویسے ہی مت جلا ڈالنا بلکہ اس کو محفوظ رکھو،ہمارے مرنے کے بعد ہمارے غسل کا پانی ان سے گرم کرنا وہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری نجات کا ذریعہ ہوگا خلوص ہو تو ایسا ہو۔جیسا (ہدیہ پیش کرنے والے) کو تھا اور قدر ہو تو ایسی ہو جیسا ہدیہ لینے والے نے کی۔

قارون کو نصیحت

دنیا کو کیسے دین بنایا جاتا ہے؟اس کا طریقہ قرآن کریم نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے،یہ سورۃ قصص کی آیت ہے اور اس میں قارون کا ذکر ہے،یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بہت بڑا سرمایہ دار تھا اور قرآن کریم نے فرمایا کہ اس کے اتنے خزانے تھے کہ (اس زمانے میں دولت خزانوں میں رکھی جاتی تھی اور بڑے موٹے بھاری قسم کے تالے ہوا کرتے تھے اور چابیاں بھی بہت لمبی چوڑی ہوتی تھیں)اس کے خزانوں کی چابیاں اٹھانے کے لئے پوری جماعت درکار ہوتی تھی،ایک آدمی اس کے خزانوں کی چابیاں نہیں اٹھا سکتا تھا،اتنا بڑا سرمایہ دار تھا،اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو جو نصیحت اور پیغام دیا گیا تھا،وہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے،اس نصیحت میں قارون سے یہ نہیں کہا گیا کہ تم اپنے اس سارے خزانوں سے دست بردار ہو جاؤ اپنا مال ودولت آگ میں پھینک دو،بلکہ اس کو نصیحت کی گئی کہ:

''وابتغ فیما آتاک اللہ الدار الآخرۃ'' کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ مال ودولت روپیہ پیسہ،عزت وشہرت،مکان،سواریاں،نوکر چاکر،جو کچھ بھی دیا ہے اس سے اپنے آخرت کے گھر کی بھلائی طلب کرو اس سے اپنی آخرت بناؤ،یہ جو فرمایا کہ ''جو کچھ اللہ نے تم کو دیا ہے'' اس سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ ایک انسان خواہ کتنا ماہر ہو،کتنا ذہین ہو،کتنا تجربہ کار ہو،لیکن جو کچھ وہ کماتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہے،وہ قارون کہتا تھا کہ

ولی کی علامتیں

حضرت ابوالعباس بن عطاء اونچے بزرگوں میں سے تھے،ہر وقت ذکر وتسبیح اور دعاء ومناجات میں لگے رہتے ان کا پورا وقت عبادت وریاضت میں گذرتا،آپ فرمایا کرتے تھے کہ ولی کی چار علامتیں ہیں:

۱۔اس کے اور اللہ کے درمیان جو رازہائے سربستہ ہوں اس کو کسی پر ظاہر نہ کرے۔ ۲۔اپنے اعضاء وجوارح کی پوری حفاظت کرے کوئی معصیت نہ ہونے پائے۔ ۳۔کسی کو اپنی ذات سے تکلیف نہ پہونچائے اس پر پوری نظر رکھے۔ ۴۔لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق مدارات کرے،سختی وترشی سے پیش نہ آئے۔

استقامت کا سبق آموز قصہ

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ علیہ نے ایک چور کو دیکھا کہ سولی پر چڑھا ہوا ہے اور اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہیں،لوگوں سے پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟انہوں نے بتایا کہ اس نے چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا مگر یہ پھر بھی باز نہ آیا تو دوسری تیسری چوتھی بار چوری کرنے سے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے پھر بھی چوری کی تو بادشاہ نے تنگ آکر سولی پر چڑھا دیا-

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس چور کے پاؤں چومے،لوگوں نے کہا کہ آپ ایسے فاسق کے پاؤں کیوں چوم رہے ہیں؟فرمایا کہ میں اس کے پیر نہیں چومتا بلکہ اس کی استقامت کے پیر چومتا ہوں کیونکہ اس نے وہ عمل کیا۔

"دست از طلب ندارم تا کام من بر آید"

اس نے جان دی مگر آن نہ دی-اس چور سے استقامت کا سبق ملتا ہے وہ برائی کے راستے پر کس طرح ڈٹا رہا ہاتھ پاؤں کٹتے رہے مگر اس کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی حتیٰ کہ جان تک چلی گئی تو کیا نیکی کی راہ اختیار کرنے والے اللہ کی رضا کی خاطر مشقتیں نہیں اٹھا سکتے -(فقہی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی چوری کرے تو پہلے دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا دوبارہ چوری کرے تو بایاں پاؤں کاٹا جائے اور تیسری بار چوری کرنے پر اسے ہمیشہ قید میں رکھا جائے گا قتل نہیں کیا جائے گا لیکن کئی کام ایسے ہوتے ہیں کہ فی نفسہ وہ جرم کی سزا تو نہیں ہوتے مگر حاکم سیاست اسی میں سمجھتا ہے کہ یہی اس کا علاج ہے اور اس طرح اس فتنے کو ختم کیا جاسکتا ہے ایسی صورت میں حاکم کے لئے ایسا کرنا جائز ہے-)(جواہر الرشید ج۶ ص۷۹)

Scanned with CamScanner

ہندوستان میں شریعت اسلامی کا تحفظ کیسے ہو؟

مولانا عتیق احمد بستوی

۲۲/اگست ۲۰۱۷ء کو سپریم کورٹ کی آئینی بینچ کے فیصلہ اور ۲۸/دسمبر ۲۰۱۷ء کو طلاق کے بارے میں پارلیمنٹ میں پیش اور پاس ہونے والے بل نے مسلمانوں کو بجاطور پر اضطراب اور بے چینی میں مبتلا کر دیا ہے، اور مسلمان عمومی طور پر یہ محسوس کرنے لگے کہ مقننہ اور عدلیہ دونوں ان کے مذہب میں مداخلت کررہے ہیں، نکاح وطلاق جو ہر طرح سے مذہبی معاملہ ہے اور جس کے مسلم پرسنل لاء میں شامل ہوکر دستور کی دفعہ/۲۵ (جو مذہبی آزادی سے متعلق ہے) میں داخل ہوکر قابل تحفظ ہونا خود اس بینچ کے تین فاضل ججوں کے نزدیک مسلم ہے، ان کے بارے میں مذکورہ بالا فیصلہ اور بل شریعت میں کھلی ہوئی مداخلت ہے۔

ایک ساتھ تین طلاق دینا اسلام میں سخت ناپسندیدہ عمل ہے، شریعت نے طلاق کا انتہائی معقول اور مہذب طریقہ سکھایا ہے، لیکن کوئی شخص اگر غصہ یا جہالت کی وجہ سے بیک وقت یا ایک مجلس میں تین طلاق دے ڈالے تو اسلامی شریعت اس طلاق کو واقع مانتی ہے، اسلامی شریعت میں نیز موجودہ قوانین میں ایسی بہت سی چیزیں ہیں جو اگرچہ ناپسندیدہ اور ممنوع ہیں لیکن اگر انسان کر ڈالتا ہے تو شریعت اور قانون اس کو واقع مانتے ہیں، ایک ساتھ دی جانے والی تین طلاق کے بارے میں احادیث وآثار کی بنیاد پر جمہور امت کا موقف یہی ہے کہ تین طلاق پڑتی ہے، یہ صرف حنفیہ کا مسلک نہیں ہے، بلکہ چاروں ائمہ فقہ (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل) جن کے فقہی مسالک عام طور سے مسلمانوں میں مروج ہیں ان سب کے نزدیک ایک ساتھ یا ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی مانی جاتی ہیں، سلفی مسلک کے مسلمان تین طلاق کو ایک مانتے ہیں، سپریم کورٹ کی آئینی بینچ نے بالکل الگ فیصلہ کیا ہے اور تین طلاقوں کو بالکل غیر معتبر مانا ہے کہ ایک طلاق بھی نہیں پڑے گی، اور شوہر بیوی کے رشتۂ نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اس فیصلہ نے مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے بڑی مشکلات پیدا کردی ہیں، کیونکہ تین طلاق کے بعد دونوں ایک دوسرے کے لئے حرام ہوچکے ہیں، اس مسئلہ میں ایک مسلمان کے لئے قانون شریعت اور عدالت عالیہ کے فیصلہ دونوں پر چلنا ممکن نہیں، اگر دونوں دیندار ہوں اور حلال وحرام کا خیال رکھتے ہوں تب تو یہ ممکن ہے کہ وہ عدالت کا رخ نہ کریں اور شریعت کا حکم جان کر اس کے مطابق عمل کریں، دونوں اپنا نکاح ختم سمجھیں، اور عورت عدت گزارنے کے بعد کہیں اور نکاح کرلے، لیکن مطلقہ عورت کے لئے نئے نکاح کے راستے کو اس فیصلہ نے اور مشکل بنادیا، کیوں کہ اس عورت کے گھر والے اس کے رشتہ کے لئے جہاں سے رابطہ قائم کریں گے انہیں اگر معلوم ہوگیا یہ عورت طلاق شدہ ہے تو رشتہ پسند ہونے کے باوجود بھی لوگ اس عورت سے نکاح کرنے میں گریز کریں گے، کیوں کہ دل میں یہ اندیشہ ہوگا کہ اگر تین طلاق دی گئی ہو تو کہیں اس کا پہلا شوہر کسی مرحلہ میں عدالت سے رجوع ہوکر اس دوسرے نکاح کو ختم نہ کردے، کیوں کہ ایک ساتھ دی گئی تین طلاق تو عدالت عالیہ کے نزدیک پڑتی ہی نہیں ہے اور دونوں کا رشتہ نکاح قانون کی نظر میں باقی ہے، جس سے رشتہ کی بات چلے گی وہ سوچیں گے کہ ایک تو مطلقہ عورت سے نکاح کرو، دوسرے مقدمہ بازی کا خطرہ مول لو، اس الجھن اور پریشانی میں کیوں پڑا جائے، عدالت عالیہ کے اس فیصلہ سے ایک ساتھ تین طلاق دی گئی عورتوں کی مشکلات دور ہونے کے بجائے مزید سنگین ہوجاتی ہے، اور ان کے لئے زندگی کا سفر انتہائی مشکل ہوجاتا ہے۔ اگر ایک ساتھ تین طلاق دی گئی عورت دینی احساس سے عاری ہے اور اسے حلال وحرام کی تمیز نہیں ہے، اور وہ عدالت عالیہ کے فیصلے کا سہارا لے کر طلاق دینے والے شوہر کے ساتھ رہنے پر مصر ہے لیکن اس کا شوہر حلال وحرام کا خیال رکھنے والا ہے یہ جاننے کے بعد کہ بیوی میرے لئے قطعی حرام ہوچکی ہے وہ اسے رکھنے پر آمادہ نہیں ہے تو دونوں کی زندگی عجیب پریشانی اور مشکل میں گزرے گی، ممکن ہے کہ شوہر عدالت کے ڈر سے اور تین طلاق کے قانون کی سزا کے ڈر سے اپنے گھر میں رکھے رہے، کھانا خرچہ بھی دے، لیکن جب وہ اس عورت کو اپنے اوپر حرام سمجھتا ہے تو اس کے لئے عورت کی جنسی خواہش پوری کرنا، اس کے ساتھ بیوی کی طرح رہنا ممکن نہ ہوگا، اور دونوں کی زندگی جہنم کا نمونہ بنی رہے گی، اگر عورت دیندار ہے اور حرام سے بچنے والی ہے لیکن اس کا شوہر دیندار نہیں اور تین طلاق دینے کے باوجود چاہتا ہے کہ بیوی کو بیوی بنا کر رکھے، اور عورت دینداری کی وجہ سے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ شوہر میرے لئے بالکل حرام ہوچکا ہے اس مرد کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو ایسی صورت میں عورت کی پریشانی ناقابل بیان ہے، شریعت کی نظر میں وہ اس کی بیوی نہیں ہے، اس پر حرام ہوچکی ہے اور قانون کی نظر میں وہ اس مرد کی بیوی ہے اسے اس مرد کے ساتھ بیوی کی حیثیت سے رہنا چاہئے۔ ہاں اگر دونوں ہی بے دین ہیں انہیں حلال وحرام کا خیال نہیں، اور تین طلاق دیے جانے کے باوجود دونوں خوشی خوشی ساتھ رہ رہے ہیں تو بظاہر ان دونوں کے لئے دنیا میں الجھن اور پریشانی کی بات نہیں ہے، لیکن مسلم سماج ان دونوں کو بدکاری کرنے والے مرد عورت کی صورت میں دیکھے گا اور مسلمان گھرانوں کے ان سے کسی طرح کے خوش گوار تعلقات نہ ہوں گے، جیسے فیملیوں میں باہم ہوا کرتے ہیں، مسلم سماج کے لئے یہ سوالیہ نشان ہوگا کہ ان کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا جائے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اس ہنگامہ خیز فیصلہ سے بہت پہلے ۲۰۰۲ء میں سپریم کورٹ کی دو رکنی بینچ نے شمیم آرا کیس میں جو فیصلہ سنایا وہ حالیہ فیصلہ سے کہیں زیادہ خطرناک اور اسلام کے قانون طلاق کو پامال کرنے والا تھا، اس میں نہ صرف ایک ساتھ دی گئی تین طلاق کو کالعدم کیا گیا ہے بلکہ ہر وہ طلاق جس میں طلاق دینے سے پہلے افہام وتفہیم کی کوشش نہ کی گئی ہو، فریقین کی طرف سے ثالث مقرر کرکے اختلاف کو حل کرنے کی کارروائی نہ کی گئی ہو یا طلاق دینے کی کوئی معقول وجہ نہ ہو یا عورت کو طلاق دینے کی اطلاع نہ دی گئی ہو تو ان تمام صورتوں میں مذکورہ بالا فیصلہ طلاق کو واقع نہیں مانتا ہے اور حسب سابق رشتۂ نکاح کو باقی مانتا ہے۔

تین طلاق کے بارے میں سپریم کورٹ کے فیصلہ سے جو دشواریاں اور پیچیدگیاں مسلم سماج خصوصاً مسلم خواتین کو لاحق ہونے والی ہیں ان کا تذکرہ اجمال کے ساتھ اوپر کی سطروں میں کیا گیا ہے، تین طلاق کے بارے میں سپریم کورٹ کے فیصلہ سے مسلم سماج کے لئے جو دشواریاں پیدا ہوئیں ان سے کہیں بڑھ کر پارلیمنٹ سے پاس ہونے والے طلاق بل کے نقصانات ہیں، مذکورہ بالا فیصلہ کے بعد پارلیمنٹ میں طلاق سے متعلق کوئی بل لانے اور پاس کرنے کی قطعا ضرورت نہیں تھی لیکن موجودہ حکومت جو مسلمانوں کے عائلی قوانین کو پامال کرنے اور مسلمانوں کو ان کے دین وشریعت سے محروم کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے اس نے پوری عجلت کے ساتھ طلاق کا قانون پارلیمنٹ میں پیش کیا اور دونوں ایوانوں سے اسے منظور کراکر صدر جمہوریہ کی دستخط کے بعد اسے نافذ کردیا، طلاق کا یہ قانون نہ صرف تین طلاق پر پابندی لگاتا ہے اور اسے غیر معتبر قرار دیتا ہے بلکہ ہر ایسی طلاق جس سے رشتۂ نکاح فوری طور پر ختم ہوجائے (خواہ وہ ایک ہی طلاق ہو) اس پر پابندی عائد کرتا ہے اور اسے غیر معتبر قرار دیتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ قانون طلاق دینے کو ایک سنگین جرم قرار دیتا ہے جس پر شوہر کو تین سال تک کی سزا دی جاسکتی ہے، درحقیقت یہ امتناع طلاق (طلاق پر پابندی عائد کرنے کا) کا قانون ہے، اس کے ذریعہ اسلام کے قانون طلاق کو پامال کیا گیا ہے، اور مسلم سماج خصوصاً مسلم خواتین کے لئے یہ بے شمار مسائل پیدا کردیئے گئے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ ان حالات میں مسلمان کیا کریں، اور اس فیصلہ اور بل سے پیدا ہونے والی مشکلات سے کس طرح نبرد آزما ہوں۔

ہندوستانی مسلمانوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ان کے مذہب اور قانون کے تحفظ کی امید نہ انہیں عدالتوں سے رکھنی چاہئے نہ قانون ساز اداروں سے، بلکہ شریعت اسلامی کے تحفظ اور اس پر عمل آوری کی ذمہ داری سب سے اول اور آخر انہیں پر ہے، اگر وہ انفرادی واجتماعی طور پر طے کرلیں کہ ہمیں اسلامی شریعت پر چلنا ہے اور اپنے اختلافات اور نزاعات قانون شریعت کی روشنی میں حل کرنا ہے، اپنے گھر اور معاشرہ میں خوشی خوشی شریعت کے احکام جاری کرنا ہے تو کوئی حکومت عدالت اور قانون ساز ادارہ انہیں ایسا کرنے سے نہیں روک سکتا، عدالت، حکومت اور پارلیمنٹ کو شریعت میں مداخلت کا اس وقت موقع فراہم ہوتا ہے جب خود مسلمان خواتین اور مرد اپنے حقیر مفادات اور دنیاوی فوائد کے لئے عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور حکومت کے ایوانوں کے چکر لگاتے ہیں، شاہ بانو سے لے کر سائرہ بانو تک ایک شرمناک داستان ہے جو ہم نے خود اپنے قلم سے لکھی ہے، اور اسلام دشمن طاقتوں کو اسلامی شریعت اور اسلامی قانون پر اعتراضات کی بارش کرنے کا موقع فراہم کیا ہے، اگر ہم یہ طے کرلیں کہ اپنے ازدواجی اور عائلی مسائل کو کہیں اور نہیں لے جائیں گے بلکہ شریعت کے مطابق ان کا حل فراہم کرنے والے مسلم اداروں (دارالقضاء، محکمہ شرعیہ، مسلم کونسلنگ سینٹر وغیرہ) میں جاکر انہیں حل کرائیں گے اور شریعت کا جو فیصلہ ہوگا اس پر خوش دلی کے ساتھ عمل کریں گے تو ملک کا کوئی قانون ہمیں اس پر مجبور نہیں کرسکتا کہ ہم اپنے ان خانگی اختلافات کو لازماً سرکاری عدالتوں میں لے کر جائیں اور وہیں جاکر فیصلہ حاصل کرائیں۔

ہر ضلع اور تحصیل میں دارالقضاء ہونا چاہئے جہاں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اسلامی شریعت کے مطابق مسائل کا حل کیا جائے اور ہر آبادی میں ایسے کونسلنگ سینٹر قائم کیے جائیں جس میں کم از کم ایک صاحب نظر عالم، ایک ماہر قانون اور کچھ سماج کے بااثر افراد شامل ہوں جو لوگوں کو صحیح مشورہ دیں اور نزاعی معاملات خصوصاً گھریلو تنازعات کو صلح وصفائی کے ذریعہ حل کرنے کی سنجیدہ کوشش کریں، اگر سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے اور طلاق کے بارے میں پارلیمنٹ کے نئے قانون سے بیدار ہوکر مسلمان اپنی شریعت کے تحفظ کا اور اس پر مکمل عمل آوری کا فیصلہ کرلیں تو یہ چیز ہندوستان کے مسلمانوں کے مستقبل کو روشن بنادے گی اور ایک بڑے شر کی کوکھ سے عظیم ترین خیر جنم لے گا، اور ایسا ہونا بہت مشکل نہیں ہے بشرطیکہ مسلمان اس کا تہیہ کرلیں اور اپنے دین وشریعت کی طرف مکمل واپس آجائیں۔

آج ہم جن حالات سے دوچار ہیں ان حالات تک پہونچانے میں ہماری جہالت، ناواقفیت اور شریعت سے عدم دلچسپی کا بہت دخل ہے، اسلام کے احکام اور قوانین سے ناواقفیت مسلمانوں میں ایک عام بات ہے، ہمیں اپنی قوم کو اسلام کے عقائد، عبادات، معاملات، حقوق وفرائض سے واقف کرانا ہوگا، اپنے نظام تعلیم وتربیت میں بنیادی تبدیلیاں لانی ہوں گی۔ صورت حال یہ ہے کہ ہمارے لڑکے اور لڑکیاں جوان ہوتے ہیں، ہم ان کی شادی کرتے ہیں اور انہیں پتا نہیں ہوتا کہ اسلام میں نکاح کے مقاصد کیا ہیں، اور نکاح کی وجہ سے شوہر اور بیوی پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور خوش گوار زندگی گزارنے کے کیا طریقے اور آداب ہیں، رشتوں میں تلخی پیدا ہونے کی صورت میں کتاب وسنت میں کیا ہدایات دی گئی ہیں، اسلام میں طلاق کا تصور کیا ہے، طلاق کب دی جاسکتی ہے، اور اس کا شرعی طریقہ کیا ہے۔

ہمیں ان تمام چیزوں سے اپنے نوجوانوں اور بڑوں کو واقف کرانا ہوگا، انہیں دینی تربیت فراہم کرنی ہوگی، ایسے مختصر کورسیز تیار کرنے ہوں گے جن کی مدد سے ہم نئی نسل کو اسلام کے بنیادی عقائد واحکام خانگی اور معاشرتی تعلیمات سے پورے طور پر واقف کراسکیں، جو نوجوان لڑکے اور لڑکیاں شادی کے مرحلہ کو پہونچ گئے یا ان کی شادیاں ہوچکیں ان کے لئے ہر علاقہ میں خصوصی کیمپ لگا کر ان مسائل پر مرتب اور مؤثر پروگرام پیش کرنے ہوں گے، تاکہ ان میں بیداری پیدا ہو، اور وہ صحیح اسلامی تعلیمات سے واقف ہوسکیں، یہ کام مسلسل کرنا ہوگا اور تمام علاقوں میں اسے روبہ عمل لانا ہوگا۔ موجودہ حالات میں مردوں میں یہ احساس پیدا ہوچلا ہے کہ بیوی کو طلاق دینا اب اتنا آسان کام نہیں رہ گیا، طلاق دے کر ہم مسائل ومشکلات کا شکار ہوسکتے ہیں اور قانون کے شکنجے میں آسکتے ہیں، اس بات کا بھی خطرہ ہے کہ نہ صرف جیل کی ہوا کھانی پڑے بلکہ وہاں طویل قیام بھی کرنا پڑسکتا ہے، اس لئے عجلت پسند اور جذباتی مرد بھی اب ازدواجی زندگی میں تلخیاں آنے کے باوجود طلاق دینے میں جلد بازی نہیں کرے گا بلکہ سوچ سمجھ کر اور مشورہ کرنے کے بعد ہی اس سلسلہ میں کوئی قدم اٹھائے گا، ہمیں اپنی ہر بڑی آبادی میں کونسلنگ سینٹر اور مشاورتی مراکز قائم کرنے چاہئیں، مسائل سے کوئی واقف عالم، فیملی لاء سے واقف کوئی قانون داں، سماج کے کچھ بااثر افراد اپنی خدمات پیش کریں، اور مسلمان خاندانوں کے فیملی تنازعات کو حل کرنے اور ان میں صلح کرانے کی پوری کوشش کریں، اور جو لوگ اپنی گھریلو زندگی کے بارے میں کوئی شرعی یا قانونی مشورہ طلب کرنے آئیں تو انہیں صحیح مشورہ دیں۔

اگر پورے ملک میں مسلمانوں کی آبادیوں میں ایسے کونسلنگ سینٹر یا مشاورتی مراکز قائم کردیے جائیں اور وہ دلچسپی اور فکرمندی کے ساتھ اپنے کام انجام دیں، اور جو مسائل وہاں نہ حل ہوسکیں انہیں دارالقضاء میں بھیج دیا کریں تو ہماری بہنوں اور بھائیوں کو اپنے عائلی تنازعات کو حل کرنے کے لئے سرکاری عدالتوں کا رخ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، اور خوش گوار ماحول میں شریعت کے طے کردہ حدود میں ہمارے مسائل حل ہوجایا کریں گے، لیکن یہ سارے کام تسلسل، لگن اور منصوبہ بندی چاہتے ہیں، اور ان کاموں کو انجام دینے کی صلاحیت رکھنے والے مرد وخواتین سے وقت اور قربانی چاہتے ہیں، ہندوستان کے مسلمانوں کو اگر ذلت وادبار کی کھائی سے نکلنا ہے اور شریعت کے احکام کے مطابق اس ملک میں باعزت زندگی گزارنا ہے تو ہمیں مذکورہ بالا کاموں کو ذمہ داری اور دلچسپی سے انجام دینا ہوگا، گھروں اور محلوں کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنا ہوگا، اور غفلت وجہالت کی اس زندگی سے اپنے کو نکالنا ہوگا، جس کی وجہ سے اسلام دشمن طاقتوں کو شریعت میں مداخلت کرنے اور مسلمانوں کو ذلیل وبے عزت کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

Scanned with CamScanner

ملک کو ایسے حکمرانوں کی ضرورت ہے

ابومحمد امام الدین

قدیم زمانے میں انسانی زندگی پر مذہب کی حکمرانی تھی، راعی اور رعایا دونوں مذہب کو مانتے تھے، یہاں تک کہ گمراہ قومیں بھی جو غیر خدا کو پوجا پرستش کرتی تھیں، اور وہ فرمانروا بھی جو اپنے کو دیوی دیوتاؤں کا نمائندہ کہتے تھے، مذہب ہی کے نام پر سب کچھ کہتے اور کرتے تھے، آگے چل کر یہی بات مذہب کی بے اعتمادی اور تباہی کا باعث بن گئی اور مادہ پرستی کا دوردورہ ہو گیا۔

موجودہ زمانہ علم و عقل کا زمانہ کہلاتا ہے، اس زمانے کے علماء اور عقلاء کہتے ہیں کہ ہمیں خدائی قوانین کو ماننے کی ضرورت نہیں ہے، ہم خود اپنے لئے احکام و قوانین کو بنا سکتے ہیں، پہلے دنیا میں شخصی اور خاندانی حکومتیں رائج تھیں، لوگ شخصی اور خاندانی حکمرانوں کی خودسری اور خود پرستی سے بیزار ہو گئے اور اس کے بعد جمہوری حکومتوں کا رواج ہوا، انہی حکومتوں کے دور میں سرمایہ داری پیدا ہوئی، کہنے کے لئے جمہوری حکومتیں عوامی حکومتیں تھیں، لیکن حکومتوں پر قابض وہی طبقہ ہوا کرتا تھا، اور اس کے زیر سایہ سرمایہ داری خوب برگ و بار لا رہی تھی اور خوب پھل پھول رہی تھی، حکومت میں عوام کا حق صرف ووٹ دینا تھا، حکومت کرنا انہی کا حق تھا جو اونچے طبقے تھے، سرمایہ داری میں عوام کا حق صرف محنت و مزدوری تھا اور تجوری بھرنا سرمایہ داروں کا حق، اس لئے جمہوری طرز حکومت بھی عوام کے سکون و اطمینان کا ذریعہ ثابت نہ ہو سکا، اس کے ردعمل میں اشتراکی طرز حکومت پیدا ہو جو اپنے آغاز سے موجودہ وقت تک جمہوری طرز حکومت سے کشمکش کر رہا ہے اور یہ دونوں قسم کی حکومتیں انسان کے لئے وبال جان بنی ہوئی ہیں انسانیت کو جس طرز حکومت کی ضرورت ہے وہ نہ جمہوریت ثابت ہو رہی ہے اور نہ اشتراکیت، عوام اور حکمران طبقے میں اب بھی وہی دوری ہے جو شخصی اور خاندانی حکومتوں میں تھی، حکمران طبقے کی اب بھی وہی کر و فر، وہی شان و شوکت ہے اور عوام کی وہی محنت کشی اور بدحالی۔

اشتراکیت بڑے کروفر سے جمہوریت کے مقابلے میں آئی تھی، اس کا دعوی تھا کہ وہ اقتصادی اور معاشی طبقہ واریت کو ختم کر کے مساوات قائم کر دے گی مگر وہ نہ جمہوریت کو ختم کر سکی اور نہ مساوات قائم کر سکی اور اس کے زوال کے آثار رونما ہو چکے، یہاں تک کہ اس کی کوئی معین صورت باقی نہیں رہی، خود اس کے اندر تفرقہ پیدا ہو گیا ہے، اب جمہوریت ہی سے اس کی ٹکر نہیں ہو رہی ہے، وہ خود آپس میں بھی ٹکرا رہی ہے، اشتراکیت اٹھی تو تھی جمہوریت کو مٹانے کے لئے، مگر اب وہ جمہوریت سے اشتراکیت بھی کر رہی ہے، اس پُرطرفہ تماشہ یہ ہے کہ جمہوریت و اشتراکیت میں کشمکش اور جنگ بھی جاری ہے اور مفاہمت، مصالحت بھی اور انسانیت چکی کے دونوں پاٹوں کے درمیان پس رہی ہے۔

ہم دنیا کی موجودہ سیاست و حکومت اور اس کے اثرات و نتائج دیکھتے ہیں اور پلٹ کر اب سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے کی اس سیاست و حکومت کا مطالعہ کرتے ہیں جو اسلام نے پیدا کی تھی تو ہمیں بڑی حسرت ہوتی ہے کہ ہمارے ملک میں ایسی سیاست و حکومت کیسے پیدا ہو، پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس سے دنیا کے اسلام پسند مسلمانوں کی توقع تھی کہ وہاں اسلامی نمونے کی حکومت قائم ہوگی، لیکن افسوس ہے، آگے کا حل خدا جانے۔

دنیا کا جو حال ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے، خود ہمارے ملک کا حال بھی اطمینان بخش نہیں ہے، ہمیں تو اپنے ملک کی فکر ہے، ہمیں تو اس کا مستقبل بھی روشن نظر نہیں آتا، کاش ہمارے ملک کے سیاسی مفکر، سیاسی رہنما اور حکمراں اسلام کے دور اول کی تاریخ کا مطالعہ کرتے اور دیکھتے کہ اسلام نے کیسی حکومت پیدا کی تھی، جس کا نمونہ نہ اب تک جمہوریت پیدا کر سکی اور نہ اشتراکیت اور یہ حکومت جمہوریہ اور اشتراکیت دونوں کے تقاضوں کو حقیقی معنوں میں پورا کرنے والی تھی۔

اشتراکیت مساوات کے قیام کی مدعی اور علمبردار بنتی ہے، لیکن اس کا دعوی آج تک عمل میں نہ آ سکا اور نہ آئندہ اس کی توقع ہے، اب دیکھئے اسلامی حکومت اور حکمرانوں کی ایک جھلک۔

ا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پورے عرب پر حکومت قائم کی، مگر قیام حکومت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حالت تھی قیام حکومت کے بعد اس میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں ہوئی، مٹی کی نیچی دیواروں کے معمولی سے مکان میں رہتے تھے، جس کے دروازے میں کواڑ تک نہ تھے، ٹاٹ کا پردہ پڑا رہتا تھا، چھپر کھجور کے پتوں اور کمبل کا تھا، کھانا روکھا سوکھا کھاتے تھے، مہینے بھر چولہے میں آگ نہ جلتی تھی، اکثر فاقہ ہوتا تھا، پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے وہ بھی ایک وقت میں ایک ہی جوڑا ہوتا تھا، کمبل کے بستر پر سوتے تھے، عرب پر حکومت قائم ہو جانے کے بعد بھی یہی مکان رہا، یہی کھانا رہا، یہی کپڑے رہے، یہی بستر رہا، حالانکہ عوام کی زندگی کا معیار ہر اعتبار سے بلند ہو گیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ حضورؐ کے لئے جان و مال نثار کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو خود اپنے لئے عیش و آرام کا سامان مہیا کر سکتے تھے، کوئی لب کشائی کرنے والا نہ تھا، اس کے برعکس صحابہ دیکھتے کہ چارپائی کے بان کے نشان جسم مبارک پر پڑ گئے ہیں تو عرض کرتے حضور ہمیں حکم ہو کہ ہم ایک گدا بنوا دیں، فرمایا! ہمیں دنیا کے عیش و آرام سے کیا کام، ہم تو اس مسافر کی طرح ہیں جو دوران سفر میں تھوڑی دیر دم لینے کے لئے کسی درخت کے سائے میں ٹھہر جاتا ہے اور پھر آگے بڑھ جاتا ہے، ایک بار حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے سروسامانی دیکھی اور دیکھا کہ جسم مبارک پر چارپائی کے بان کے نشان پڑے ہوئے ہیں تو بے اختیار رو پڑے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا عمر! یہ رونا کیسا؟ عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! قیصر و کسریٰ شاہانہ زندگی گذاریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال! فرمایا۔ عمر! تم اس سے خوش نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ دنیا کے شاہانہ عیش و آرام حاصل کریں اور ہم آخرت کے (واکمال قال)

۲: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، کپڑے کی تجارت کرتے تھے، خلیفہ ہوئے تو آپ کو دیکھ کر ایک بچی نے کہا۔ ابوبکرؓ تو خلیفہ ہو گئے ہیں اب وہ ہماری بکری کا دودھ کیوں دوہیں گے، فرمایا نہیں بچی، ابوبکر اب بھی تیری بکری کا دودھ دوہے گا۔ لوگوں نے دیکھا خلیفہ کندھے پر کپڑے کی گٹھری لئے پھیری کو جا رہے ہیں، کہا اے خلیفہ رسولؐ! اب بھی آپ یہی کام کرتے رہیں تو خلافت کے فرائض کیسے انجام پائیں گے؟ فرمایا۔ اس کے بغیر گذارہ کیسے ہوگا، لوگوں نے عرض کیا، سرکاری بیت المال سے گذارہ کے لئے لیجئے، پہلے تو آپ اس کے لئے تیار ہی نہ ہوتے تھے لوگوں کے اصرار پر منظور بھی کیا تو کتنا لینا منظور فرمایا اس کو ایک واقعہ سے سمجھئے، ایک روز آپ کی بیوی نے کہا، کوئی میٹھی چیز کھانے کو جی چاہتا ہے، فرمایا بیت المال سے جتنا مقرر ہے اس سے زیادہ تو میں نہیں لے سکتا، بیوی یہ سن کر خاموش ہو گئیں اور ایک روز انہوں نے مقررہ رقم میں سے تھوڑا تھوڑا بچا کر میٹھی چیز پکائی، جب میٹھا حضرت صدیق اکبرؓ کے سامنے آیا تو انہوں نے بیوی سے دریافت کیا کہ یہ کیسے پکایا؟ جب معلوم ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا، کتنے روز بچایا تھا، جتنا روز بچایا تھا بتا دیا، آپ نے فرمایا میٹھی چیز کے بغیر بھی گذارہ کیا جا سکتا ہے اور بیت المال کے افسر کو لکھا کہ وظیفے میں اتنا کم کر دیا جائے۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے تو پہلے انہوں نے بیت المال سے گذارہ لینے سے انکار کیا اور لوگوں کے اصرار پر راضی بھی ہوئے تو انہوں نے اپنے گذارہ کے لئے خود جو کچھ طلب کیا اس کی تفصیل یہ ہے:۔

سال میں دو جوڑے کپڑے، ایک جوڑا گرمی کا اور ایک جوڑا جاڑے کا، حج اور عمرہ کے لئے سواری، اہل و عیال کے گذارہ کے لئے قریش کے متوسط درجے کا خرچ، خلافت اسلامیہ کے فرمانروا اور قریش کے اونچے طبقے کے بار بر بھی گذارہ نہیں، خلافت کے کاموں میں آپ کو جو مشقت برداشت کرنی پڑتی تھی اس کے اعتبار سے آپ جو گذارہ لیتے تھے وہ بہت معمولی تھا اور اس کا آپ کی صحت پر بُرا اثر پڑ رہا تھا، مسلمان آپ کی حالت دیکھ کر فکرمند ہو رہے تھے اور چاہتے تھے کہ آپ زیادہ گذارہ لیں مگر آپ منظور نہ فرماتے تھے، آپ کی بیٹی حضرت حفصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں، لوگ ان کے پاس گئے اور کہا کہ آپ حضرت عمرؓ سے کہئے کہ وہ اپنے گذارے میں اضافہ منظور فرمائیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے لوگوں کی عرضداشت پیش کی اور زور دیا کہ گذارے میں اضافہ منظور فرمالیں لیکن آپ نے پھر بھی اضافہ منظور نہ فرمایا۔

۴۔ حضرت عثمان ذالنورینؓ تیسرے خلیفہ تھے، آپ نے بارہ برس تک خلافت کے فرائض انجام دیئے مگر سرکاری بیت المال سے اپنی ذات کے لئے ایک درہم بھی نہیں لیا، آپ کو اللہ تعالیٰ نے دولت و ثروت سے نوازا تھا، آپ کی بڑی وسیع تجارت تھی، ''غنی'' کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے، ایک بار آپ نے کسی بات پر برہم ہو کر اپنے غلام کا کان مروڑ دیا، بعد میں آخرت کی باز پرس کا خیال آیا تو غلام سے فرمایا، تم مجھ سے بدلہ لے لو، میرا کان مروڑو، غلام نے حکم کی تعمیل میں آپ کا کان اپنے ہاتھ میں لے لیا، فرمایا یوں نہیں، میں نے تمہارا کان زور سے مروڑا تھا، تم بھی زور سے مروڑو، دنیا میں بدلہ ادا ہو جانا آخرت میں بدلہ ادا ہونے سے بہتر ہے۔

۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ چوتھے خلیفہ تھے، آپ اپنے زمانہ خلافت میں بازار جاتے، بھولے بھٹکوں کو راستہ بتاتے، بوجھ ڈھونے والوں کا بوجھ اٹھا دیتے، حد یہ کہ کسی کے جوتے کا تسمہ گر جاتا تو تسمہ اٹھا کر اسے دیتے۔

کیا تاریخ میں ایسے فرمانرواؤں اور ان کے حاکموں کی مثال موجود ہے؟ کیا جمہوریت ایسے جمہوری اور اشتراکیت، ایسے اشتراکی حکمراں پیدا کر سکی یا آئندہ کے لئے اس سے ایسی توقع ہے، ایسے حکمرانوں کے پیدا کرنے کی کسی نظام میں صلاحیت ہی نہیں ہے، اس کی صلاحیت اسلام ہی میں ہے۔ ضرورت ہے کہ اہل وطن کے سامنے ان کی زبانوں میں اسلام جیسی پیدا کردہ حکومت کی تاریخ اور اس کے حکمرانوں کی سیرت پیش کی جائے، ان کو سمجھایا جائے کہ اسلامی نظام میں ایسی کونسی خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے ایسے حکمراں پیدا ہوئے، ان کی اس غلط فہمی کو دور کیا جائے کہ وہ جن مسلمان سلاطین سے واقف ہیں وہ اسلامی نظام حکومت کے پیدا کردہ تھے، یا موجودہ دور کی مسلم حکومتیں اسلامی نظام کی بنیاد پر قائم ہیں۔

ADMISSION OPEN

Session:.2021-22

DARUL ULOOM SONIHAR

Vill+P.o-Sonihar,Distt-Khagaria(Bihar)848201

Course-0 :	PLAY COURSE(Duration-1Year)
Course-1 :	QAIDA COURSE+BASIC SCHOOL(Duration-1Year)
Course-2 :	NAAZRA COURSE+SCHOOL(UP TO CLASS 5) (Duration-1Year)
Course-3 :	HIFZ COURSE+SCHOOL (UPTOCLASS 8) (Duration-3Years)
Course-4 :	DAURA-E-QURAN COURSE (Duratin-1Year)
Course-5 :	COMPETETION SPECIAL COURSE (UP TOCLASS 10) (Duration-2Years)
Course-6 :	COMPUTER COURSE (Duration-3Years)
Founder :	Qari Abu Jafar Rahmani Sb & Maulana Abu Saud Qasmi Sb

یہاں دارالاقامہ کے ساتھ طعام کا عمدہ نظم ہے نیز چوبیس گھنٹے ماہر اساتذہ کی نگرانی میں حفظ قرآن مجید کے ساتھ عصری علوم کی تعلیم ہوتی ہے، داخلہ کے خواہش مند طلبہ 9631640584/7033784709 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

محمد عادل فریدی

نمیبیا میں سڑک حادثے میں ۱۴؍افراد ہلاک

۱۰؍دسمبر روز جمعہ کی صبح نمیبیا کے اونجو جونڈ جو یا علاقے میں ایک منی بس اور ایک سیڈان کار کے ٹکرانے سے کم از کم 14 افراد ہلاک ہوگئے۔واقعے کی رپورٹ کے مطابق کار اور منی بس میں تصادم کے باعث گاڑی میں آگ لگنے سے ۱۴؍مسافر جھلس کر جاں بحق ہوگئے۔جبکہ ایک بچہ اور دو مسافر زخمی ہوگئے۔(یواین آئی)

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے آئی ایس اے کو دیا مشاہد کا درجہ

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ہندوستان کی جانب سے شروع کیے گئے بین الاقوامی شمسی اتحاد (آئی ایس اے) کو مشاہد کا درجہ دیا ہے۔اقوام متحدہ میں ہندوستان کے مستقل نمائندے ٹی ایس تر دمورتی نے اسے ایک تاریخی فیصلہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ چھ سالوں میں آئی ایس اے، عالمی توانائی میں اضافے اور ترقی میں فائدہ پہنچانے کے لیے شراکت داری کے ذریعے مثبت عالمی ماحولیاتی کارروائی کی ایک مثال بن گیا ہے۔(یواین آئی)

قطر اور سعودی عرب کا خلیج فارس کے خطہ میں استحکام برقرار رکھنے پر اتفاق

قطر کے امیر شیخ تمیم بن حمد الثانی نے کہا ہے کہ وہ خلیج فارس کے علاقے میں سلامتی اور استحکام کو برقرار رکھنے کے لیے سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان آل السعود کے ساتھ ہیں۔سعودی عرب کے ولی عہد اس وقت دونوں ممالک کے درمیان ۲۰۱۷ء میں شروع ہونے والے سفارتی تنازع کو مکمل طور پر ختم کرنے کی غرض سے قطر کے دورے پر ہیں۔(یواین آئی)

بنگلہ دیش میں طالب علم کے قتل کے معاملے میں ۲۰؍افراد کو سزائے موت

بنگلہ دیش کے دارالحکومت ڈھاکہ کی ایک عدالت نے بدھ کے روز ایک طالب علم کے سنسنی خیز قتل کے معاملے میں ۲۰؍افراد کو موت کی سزا سنائی ہے۔اسپیڈی ٹرائل ٹربیونل-1 کے جج ابوظفر محمد نے بنگلہ دیش یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (بیوٹ) میں سال ۲۰۱۹ء میں ابرار فہد کے سنسنی خیز قتل میں ۲۰؍مجرموں کو سزائے موت اور دیگر پانچ کو عمر قید کی سزا سنائی ہے،اس کے ساتھ ہی عدالت نے تمام ملزمان کو قتل کا مجرم قرار دیا۔(یواین آئی)

مالی میں دھماکہ، اقوام متحدہ کے ۷؍قیام امن کارکنوں کی موت، تین زخمی

مالی میں ایک دھماکے میں اقوام متحدہ کے کم از کم سات قیام امن کارکنوں کی موت اور تین دیگر زخمی ہوگئے ہیں،مالی میں اقوام متحدہ کے مشن نے بدھ کو یہ اطلاع دی،مشن نے کہا کہ قیام امن کارکنوں کا قافلہ ایک طاقتور دھماکہ خیز مواد کی زد میں آگیا جس کی وجہ سے کم از کم سات ہلاک اور تین زخمی ہوگئے۔(یواین آئی)

نائجیریا میں مسجد پر حملہ، درجن سے زائد افراد ہلاک

مغربی افریقی ملک نائجیریا کے شمالی خطے میں مسلح افراد نے مسجد پر حملہ کرکے سولہ عبادت گزاروں کو ہلاک اور متعدد افراد کو اغوا کرلیا ہے۔مقامی حکام کے مطابق یہ پرتشدد واقعہ نائجر صوبہ کے مشیگو علاقے کے ایک گاؤں میں جمعرات کو اس وقت پیش آیا جب موٹر سائیکل پر سوار درجنوں مسلح حملہ آوروں نے گاؤں پر حملہ کردیا۔انہوں نے مسجد میں عبادت کرنے والے افراد کو ہلاک کرتے ہوئے لوٹ مار بھی کی۔نائجیریا کی پولیس نے نو ہلاکتوں کی تصدیق کی ہے۔اطلاعات کے مطابق نائجیریا کے شمال وسطی اور شمال مغربی علاقوں میں مقامی مسلح گروہ تاوان کے لیے رہائشیوں کو اغوا اور قتل کرتے ہیں۔(ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

یورپی یونین کے رکن ممالک 40000 افغانیوں کو پناہ دینا چاہتے ہیں

یورپی یونین کے پندرہ رکن ممالک نے چالیس ہزار ضرورت مند افغان شہریوں کو پناہ فراہم کرنے پر اتفاق کیا ہے۔اس بات کا اعلان داخلی امور کی یورپی کمیشنر یلوا یوہانسن نے ای یو کے وزرائے داخلہ کے اجلاس کے بعد کیا۔افغانستان میں طالبان کے اقتدار سنبھالنے کے بعد شہریوں کی بڑی تعداد ملک چھوڑنے کی کوشش میں ہے۔جاری کردہ بیان کے مطابق یورپی ممالک میں جرمنی کو پچیس ہزار اور نیدر لینڈز کو تین ہزار جبکہ اسپین اور فرانس کو ڈھائی ڈھائی ہزار افراد کو پناہ فراہم کرنا ہے۔(ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

میکسیکو میں ٹرک حادثہ، پچاس سے زائد تارکین وطن ہلاک

میکسیکو میں دو ٹرکوں کے درمیان تصادم کے نتیجے میں پچاس سے زائد افراد ہلاک ہوگئے۔میڈیا رپورٹوں کے مطابق ہلاک ہونے والے افراد تارکین وطن تھے۔وہ ایک ٹرک میں سوار تھے، جو جنوبی میکسیکو کے علاقے چیاپاس دے کورزو میں الٹ گیا۔مقامی حکام کے مطابق اس حادثے میں کم از کم چالیس دیگر افراد بھی زخمی ہوگئے۔ہر سال لاکھوں مہاجرین میکسیکو کے راستے امریکہ پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔انسانی اسمگلرز متعدد تارکین وطن افراد کو ٹرکوں میں بھر کر سرحد عبور کروانے کی کوشش کرتے ہیں۔(ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

امریکہ کا عراق میں جنگی مشن بند کرنے کا باضابطہ اعلان

عراق میں دہشت گرد گروپ دولت اسلامیہ سے لڑائی کی قیادت کی ذمہ داری اب امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے عراقی سیکیورٹی فورسز کو منتقل ہوگئی ہے۔اس بات کا اعلان جمعرات کو عراقی حکام نے کیا۔اعلان میں بتایا گیا ہے کہ امریکہ اور اس کی اتحادی افواج ضرورت پڑنے پر محض معاونت فراہم کرنے کا کام کریں گی۔دوسری طرف امریکی فوج کے کمانڈر برائے مشرق وسطی جنرل فرینک میکنزی نے ایسوسی ایٹڈ پریس کو ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ امریکہ عراق میں موجود 2500 امریکی فوجیوں کو فی الوقت واپس بلانے کا ارادہ نہیں رکھتا اور وہ عراقی فوج کو دولت اسلامیہ کے خلاف لڑائی میں فضائی اور دیگر فوجی امداد مہیا کرتے رہیں گے۔(وائس آف امریکہ)

”بیٹی بچاؤ - بیٹی پڑھاؤ“ اسکیم کی بیشتر رقم تشہیر پر خرچ: پارلیمانی کمیٹی

حکومت کی ”بیٹی بچاؤ-بیٹی پڑھاؤ“ اسکیم کے تحت مقررہ رقم میں بچیوں کی ترقی کے لئے صرف 21 فیصد رقم خرچ کی گئی، جب کہ 78.91 فیصد رقم اڑادی گئی۔

خواتین کو بااختیار بنانے کی پارلیمانی کمیٹی نے ”بیٹی بچاؤ-بیٹی پڑھاؤ“ اسکیم پر مبنی اپنی رپورٹ میں اس پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔کمیٹی نے کہا کہ اس سکیم کے بنیادی مقصد کے حصول میں بہت کم رقم خرچ کی گئی، جبکہ زیادہ تر رقم اس کی تشہیر پر خرچ کی گئی۔(یواین آئی)

عالمی سطح پر میتھین (Methane) کا اخراج کم کرنے کے لیے میٹنگ

ہندوستان نے عالمی سطح پر میتھین (Methane) کے اخراج کو کم کرنے کے لیے ایک میٹنگ کی صدارت کی، جس میں 45 ممالک کے نمائندوں نے شرکت کی۔اس سلسلہ میں کوئلہ کی وزارت سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ میتھین کے استعمال کو کم کرنے کے لیے دنیا بھر میں کوششوں کو تیز کرنے کے لیے ورچوئلی منعقد کی گئی اس میٹنگ کی صدارت کوئلہ کی وزارت کے ایڈیشنل سکریٹری وی کے تیواری نے کی۔انہوں نے میتھین کے اخراج کو کم کرنے کے سلسلے میں ہندوستان کی طرف سے کیے گئے اقدامات کے بارے میں میٹنگ کے شرکاء کو آگاہ کیا۔(یواین آئی)

ہندوستان دنیا کے سب سے زیادہ عدم مساوات والے ملکوں میں شامل

”عالمی عدم مساوات رپورٹ۔2022 (World inequality Report 2022) کے مطابق ہندوستان دنیا کے سب سے زیادہ عدم مساوات والے ملکوں کی فہرست میں شامل ہوگیا ہے۔ملک میں سال 2021 میں 1 فیصدی آبادی کے پاس قومی آمدنی (National Income) کا 22 فیصد حصہ ہے، جب کہ نچلے طبقے کے پاس 13 فیصد ہے۔اس رپورٹ کو اِن اکوالیٹی لیب کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر لوکاس چانسل نے تیار کیا ہے۔اس رپورٹ کو تیار کرنے میں فرانس کے اکنامسٹ تھامس پکیٹی سمیت کئی ماہرین نے تعاون کیا ہے۔رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہندوستان کی بالغ آبادی کی اوسطاً قومی آمدنی 2,04,200 روپے ہے، جب کہ نچلے طبقے کی آبادی (50 فیصد) کی انکم 53,610 روپے سالانہ ہے۔سرفہرست 10 فیصد آبادی کی انکم اس سے قریب 20 گنا (11,66,520) زیادہ ہے۔سرفہرست 10 فیصد آبادی کے پاس مجموعی قومی آمدنی کا 57 فیصد حصہ ہے۔جب کہ مجموعی قومی آمدنی کا 22 فیصد حصہ محض ایک فیصد دولت مندوں کے پاس ہے۔اس میں کہا گیا ہے کہ ہندوستان ایک غریب اور کافی عدم مساوات والا ملک ہے جہاں ایلیٹ کلاس کے لوگ بھرے پڑے ہیں۔(ایجنسی)

دہلی ہائی کورٹ کی جامعہ ملیہ اسلامیہ کی انتظامیہ کو پھٹکار

دہلی ہائی کورٹ نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کی انتظامیہ کو پھٹکار لگائی ہے، کورٹ نے جامعہ ملیہ کے اسکولوں کی داخلہ پالیسی پر مبہم موقف اختیار کرنے پر اسے تنقید کا نشانہ بنایا۔حالانکہ یونیورسٹی نے اس معاملے پر عدالت سے معافی مانگ لی ہے اور یکم دسمبر کو بنائی گئی پالیسی کو واپس لے لیا گیا ہے۔جامعہ ملیہ اسلامیہ کے زیر اہتمام متعدد اسکول چلتے ہیں جس میں جامعہ سینئر سکینڈری اسکول اور سید عابد حسین سکینڈری اسکول معاملے میں اسکول کی تنخواہ، داخلوں کیلئے سیٹوں کو لیکر جانبداری میں ملوث ہونے کا اسکول پر الزام لگا تھا۔(ایجنسی)

ہندوستان بنا عرب ممالک کا سب سے بڑا فوڈ سپلائر، برازیل کو چھوڑا پیچھے

ہندوستان نے تاریخ رقم کرتے ہوئے عرب ممالک کو خوراک کی برآمدات میں برازیل کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور عرب ممالک کا سب سے بڑا فوڈ سپلائر بن گیا ہے۔خیال رہے کہ عرب دنیا برازیل کے سب سے اہم تجارتی شراکت داروں میں شامل ہے۔عرب برازیل چیمبر آف کامرس (Arab-Brazil Chamber of Commerce) کی رپورٹ میں درج اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ کورونا وبا کی وجہ سے برازیل نے گزشتہ سال لیگ کے 22 ممالک کی طرف سے درآمد کی گئی کل زرعی کاروباری مصنوعات کا 8.15 فیصد حصہ ادا کیا، جب کہ ہندوستان نے اس تجارت کا 8.25 فیصد حصہ حاصل کیا، جس سے برازیل کا 15 سالہ ریکارڈ ختم ہوگیا۔رپورٹ کے مطابق سعودی عرب کو برازیلی اشیا کی ترسیل میں پہلے 30 دن لگتے تھے۔اب 60 دن تک لگ سکتے ہیں، جب کہ ہندوستان سے پھل، سبزیاں، چینی، اناج اور گوشت ہفتے سے بھی کم وقت میں پہونچ جاتے ہیں۔کورونا وبا کے دوران اپنی خوراک کو بڑھانے کے لیے چین کے دباؤ نے بھی برازیل کی عربوں کے ساتھ تجارت کا رخ موڑ دیا، سعودی عرب جیسے سرکردہ ملک نے متبادل سپلائرز کی تلاش کے دوران گھریلو خوراک کی پیداوار کو فروغ دینے کے لیے اپنے قدم آگے بڑھائے ہیں۔(ایجنسی)

پٹنہ یونیورسٹی: ایم اے اردو میں داخلہ کی آخری تاریخ ۲۰؍دسمبر

پٹنہ یونیورسٹی سے ایم اے اردو میں داخلہ کے خواہش مند طلبہ و طالبات سے آن لائن درخواستیں طلب کی گئی ہیں۔ایم اے اردو میں داخلے کے لیے ۲۲؍نومبر سے درخواستیں قبول کی جارہی ہیں۔آخری تاریخ ۲۰؍دسمبر ہے۔خواہش مند امیدوار جنہوں نے اردو مضمون میں بی اے آنرس یا بہار مدرسہ بورڈ سے عالم آنرس کیا ہے، یا اردو مضمون کے ساتھ بی اے کی ڈگری حاصل کی ہے، وہ یونیورسٹی کی ویب سائٹ www.patnauniversity.ac.in پر جاکر دی گئی ہدایات کے مطابق درخواستیں جمع کر سکتے ہیں۔ویسے امیدوار جنہوں نے فارسی، عربی، ہندی یا انگریزی آنرس کے ساتھ اردو بطور اختیاری مضمون رکھ کر ۵۵؍فیصد نمبرات حاصل کیے ہیں یا بی اے، بی ایس سی، بی کام میں اردو کمپوزیشن کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہے، وہ بھی داخلہ کے لیے درخواست دے سکتے ہیں۔نیز بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی، دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے عالم کی سند حاصل کرنے والے امیدوار بھی داخلہ کے لیے درخواست دینے کے اہل ہوں گے۔(بحوالہ قومی تنظیم)

Scanned with CamScanner

نوادہ، دربھنگہ، مشرقی چمپارن، ارریہ، سہرسہ اور سوپول میں تعلیمی بیداری کانفرنس وافتتاح دارالقضاء

حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کے ہاتھوں مکاتب اور ہیلتھ سنٹر سمیت کئی اہم منصوبوں کا آغاز

رپورٹ مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

رواں ہفتہ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ نے نوادہ، مغربی چمپارن، مشرقی چمپارن، ارریہ، دربھنگہ، سوپول اور سہرسہ ضلع کے مختلف اجلاس اور کانفرنسوں میں شرکت کی اور دارالقضاء، مکاتب ہیلتھ سنٹر سمیت کئی اہم اور مفید منصوبوں کا آغاز فرمایا۔

ان پروگراموں کی شروعات یکم دسمبر کو مدرسہ عظمتیہ انصارنگر نوادہ کے زیراہتمام تعلیمی بیداری کانفرنس اور استقبالیہ اجلاس سے ہوا۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ امارت شرعیہ ہم سب کے ایمان ویقین کا حصہ ہے، اور جس طرح ہمارے لیے اپنے ایمان وعقیدے کی حفاظت ضروری ہے اور اس کے لیے اپنی جان ومال اور توانائی کو خرچ کرنا لازمی ہے، اسی طرح امارت شرعیہ کو محفوظ ومستحکم رکھنا بھی ہمارا دینی، ایمانی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنے خون جگر سے امارت شرعیہ کی جڑوں کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے تعلیم کے فروغ پر خصوصی زور دیتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کو تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کو دیے گئے الٰہی احکامات میں سے سب سے اولین حکم پڑھنے اور علم کے حاصل کرنے کا ہی ہے، کیوں کہ علم ہی کے ذریعہ انسان کو خالق کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ نوادہ کے اجلاس میں حضرت امیر شریعت مدظلہ کے علاوہ قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی، نائب قاضی شریعت مولانا مفتی وصی احمد قاسمی، جناب انجینئر فہد رحمانی صاحب، مولانا احتشام رحمانی اور مولانا نصیرالدین مظاہری شریک رہے۔

۲؍دسمبر ۲۰۲۱ء کو یتیم خانہ بدریہ بتیا میں ایک عظیم الشان اجلاس عام منعقد ہوا، حضرت نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ملک میں جو فضا قائم ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے، ملک کی اقتدار پر قابض لوگ ایک خاص مذہب وعقیدہ کے رسم رواج اور عقائد وخیالات کو پورے ملک پر تھوپنے کی کوشش کر رہے ہیں، ایسی صورت حال میں اپنی آنے والی نسل کے دین وایمان کی حفاظت کے لئے معیاری ادارہ کا قیام ضروری ہے، جہاں اسلامی ماحول میں بچوں اور بچیوں کی تعلیم کا نظم ہو، امارت شرعیہ پنچایت سطح پر مکاتب اور ضلعی سطح پر دینی وعصری تعلیم کے لئے معیاری ادارہ کے قیام کے لئے پابند عہد ہے۔ ۳؍دسمبر کو حضرت امیر شریعت نے ہاتھی خانہ بتیا میں نقباء، نائبین نقباء، اراکین شوریٰ و ارباب حل وعقد امارت شرعیہ اور معززین شہر کی خصوصی نشست میں شرکت کی اور امارت شرعیہ کے اغراض ومقاصد اور اہداف پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔

۴؍دسمبر ۲۰۲۱ء موتیہاری ٹاؤن ہال گراؤنڈ میں منعقد اجلاس عام سے خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے، اسلام امن کا پیغام دیتا ہے، زندگی کے تمام شعبوں میں صحیح رہنمائی کرتا ہے، امت مسلمہ کے مسائل کو شریعت کی روشنی میں حل کیا جائے، دینی وعصری تعلیم پر سرپرست خصوصی توجہ دیں۔ ۴؍دسمبر کو ہی حضرت امیر شریعت مدظلہ کے ہاتھوں نک چھید ٹولہ، موتیہاری ضلع مشرقی چمپارن میں دارالقضاء کا افتتاح ہوا اور مولانا مفتی ریاض احمد قاسمی کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا۔ چمپارن کے پروگراموں میں حضرت امیر شریعت کے علاوہ مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت، مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم، قاضی محمد انظار عالم قاسمی بھی شریک رہے۔

۴؍دسمبر کو بعد نماز مغرب دربھنگہ شہر کے ڈان باسکو اسکول میں حضرت امیر شریعت کی صدارت میں تعلیمی بیداری کانفرنس منعقد ہوا، حضرت امیر شریعت مدظلہ نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں دینی تعلیم کے لئے مکاتب کے قیام پر زور دینا ہوگا، امارت شرعیہ امسال دس امارت پبلک اسکول اور سو مکاتب کے قیام کا عزم ہے، تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنا اور ترقی کرنا ہے تو کوشش کیجئے کہ ہمارے بچے مقابلہ جاتی امتحانوں کی تیاری ابتدا سے ہی کریں، امتحانوں میں سو فیصد نمبرات سے کامیابی حاصل کریں اور تعلیم کے میدان میں تقابل کا مزاج بنائیں۔

۵؍دسمبر کو حضرت امیر شریعت نے بیرنگر بسہریا ہاٹ ضلع ارریہ میں دارالقضاء کا افتتاح فرمایا۔ اس موقع سے حضرت امیر شریعت مدظلہ نے فرمایا کہ دارالقضاء کا وجود اس سرزمین پر اللہ کی رحمت اور اسلامی نظام عدل کی بین علامت ہے، ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم سب کا فریضہ ہے کہ اگر ہمارے درمیان کوئی نزاع ہوجائے تو اس کو اللہ اور رسول کے احکام کے ذریعہ حل کرائیں اور دارالقضاء ایسی جگہ ہے، جہاں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق معاملات کا حل کیا جاتا ہے۔ اس لیے ہم سب کو چاہئے کہ اپنے عائلی معاملات دارالقضاء کے ذریعہ حل کرائیں۔ آپ نے فرمایا کہ دار القضاء ایسی جگہ ہے، جہاں ہر ایک کو انصاف ملتا ہے، یہاں نہ کوئی ہارتا ہے نہ کوئی جیتتا ہے بلکہ دونوں فریق انصاف پاتے ہیں اور دونوں جیت کر اٹھتے ہیں، جس کے حق میں فیصلہ ہوتا ہے وہ شریعت کے مطابق اپنا حق پانے کے اعتبار سے جیتتا ہے اور جس کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے، وہ بھی حقدار کا حق مارنے کے گناہ سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اس طرح دونوں خیر کو حاصل کرتے ہیں۔ دارالقضاء کا قاضی انصاف کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق فریقین کے بیانات سنتا ہے اور ان کے مسائل کا حل نکالتا ہے، دارالقضاء میں صرف فیصلہ نہیں ہوتا بلکہ مسائل اور مشکلات کا حل نکالا جاتا ہے۔ آپ نے کہا کہ امارت شرعیہ وہ واحد ادارہ ہے، جس نے امت کے سبھی مسائل کو بڑے سلیقے سے حل کیا ہے، اور وقت کے تقاضوں کے پیش نظر ہر ممکن اقدام کیا ہے۔ آپ نے امارت شرعیہ کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ صرف چاند دیکھنے اور قومی محصول لینے کا ادارہ نہیں ہے۔ بلکہ امارت شرعیہ وہ ادارہ ہے، جس پر لوگوں کا اعتماد اور بھروسہ ہے اور جو ہر میدان میں مسلمانوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ امارت شرعیہ وہ ادارہ ہے، جس نے امت کی اجتماعیت اور اتحاد کو برقرار رکھا ہے اور اپنے دائرہ کار میں لوگوں کے لیے ایک امیر شریعت کی ماتحتی میں اپنی انفرادی واجتماعی زندگی شریعت کے دائرے میں گزارنے کو امارت شرعیہ نے ممکن بنایا ہے۔ یہ امارت شرعیہ کے قیام کا بنیادی مقصد ہے۔ آپ نے مزید کہا کہ امت کی رہنمائی اور اس کی خدمت کے لیے امارت شرعیہ کے خدام ہمیشہ تیار رہتے ہیں، جہاں بھی جیسی بھی ضرورت درپیش ہوئی امارت شرعیہ کے ارکان لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپسی انتشار وافتراق ختم کر کے امت کے وسیع تر مفاد میں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونے کی اپیل کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ کا اہم مشن اتحاد بین المسلمین ہے۔ انہوں نے تعلیم کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ہر دور میں تعلیم وتربیت کی ضرورت رہی ہے، جس قوم نے تعلیم وتربیت پر توجہ دی وہ کامیاب ہوئی، بغیر تعلیم کے ہمارا گزارا نہیں ہوسکتا۔ آپ نے نہ صرف لڑکوں بلکہ لڑکیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینے کی بھی اپیل کی۔ بیرنگر بسہریا میں دارالقضاء کے قیام کے ساتھ ساتھ یہاں تعلیمی مکتب اور سلائی سنٹر کا قیام بھی حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی کے ہاتھوں ہوا۔ امارت شرعیہ سے تربیت یافتہ عالم دین مولانا عبدالتواب صاحب کو دارالقضاء بیرنگر بسہریا کا قاضی شریعت مقرر کیا گیا اور حضرت امیر شریعت نے اپنے ہاتھوں سے انہیں سند قضا دیتے ہوئے ان کے قاضی ہونے کا اعلان کیا۔ اجلاس میں حضرت امیر شریعت کے علاوہ قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب، مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا مفتی شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی شریعت امارت شرعیہ کے علاوہ مولانا عتیق اللہ رحمانی قاضی شریعت ارریہ، قاضی ارشد قاسمی قاضی شریعت پورنیہ، مولانا فیاض عالم قاسمی قاضی شریعت مدھے پورہ، مولانا اسعد عثمانی قاضی شریعت جوگبنی نے بھی قضاء کے مختلف پہلوؤں پر خطاب کیا۔ اور دارالقضاء کی اہمیت وضرورت کو لوگوں کے سامنے تفصیل سے رکھا۔ پروگرام کے انتظام وانصرام میں مولانا سعود اللہ رحمانی، مولانا ابوذر مفتاحی نے اہم رول ادا کیا۔ بیرنگر بسہریا میں حضرت امیر شریعت نے ایک قدیم زمین کے تنازع کو بھی اپنی حکمت عملی سے نہایت خوش اسلوبی سے حل کیا۔ یہ وہ معاملہ تھا جس کی وجہ سے گاؤں دو حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا اور فریقین کے لاکھوں روپے مقدمہ بازی میں خرچ ہو چکے تھے۔

۷؍دسمبر کو حضرت امیر شریعت نے جامع مسجد سوپول میں منعقد ایک عظیم الشان استقبالیہ اجلاس میں شرکت کی، اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ امارت شرعیہ ایک ایسے دینی وملی نظام کا نام ہے جو مسلمانوں کی ترقی، شریعت کے تحفظ اور احکام اسلامی کے عملی نفاذ کے لئے کام کرتی ہے، اس ادارہ نے سو سال کی مدت میں ہمیشہ اپنے قیام کے مقاصد اور اس کی عملی تحریک وتنفیذ پر نظر رکھی ہے، ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ امارت شرعیہ کے شرعی مقام کو پہچانے اور اس کی ترقی واستحکام میں حصہ لے۔ آپ نے لوگوں کو دینی مکاتب، معیاری عصری اسکول اور دارالقضاء کے نظام کے قیام کے لیے امارت شرعیہ کے ذریعہ کی جارہی کوششوں میں عملی تعاون کی اپیل کی۔ حضرت امیر شریعت مدظلہ کے علاوہ اس اجلاس کو نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے بھی خطاب کیا، انہوں نے اپنے خطاب میں امارت شرعیہ کی طرف سے جاری تحریک دینی مکاتب اور معیاری عصری اسکول کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی اور کہا کہ نئی نسلوں کی زندگی میں دین وایمان کی بقاء اور اس کے روشن مستقبل کے لئے یہ دونوں کام مسلمانوں کو ترجیحی ایجنڈے کے طور پر کرنا چاہئے، قاضی شریعت امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد انظار عالم قاسمی صاحب نے سوپول میں دارالقضاء کے نظام اور اس کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے اس نظام کی افادیت پر مختلف جہتوں سے روشنی ڈالی اور کہا کہ دارالقضاء کے نظام سے سرکاری عدالتوں پر بھی مقدمے کا بوجھ کم ہوا اور عوام وخواص کے لئے بھی انصاف کی راہ آسان ہوئی ہے، جناب مولانا مفتی شمیم اکرم رحمانی صاحب معاون قاضی شریعت امارت شرعیہ نے امارت شرعیہ کے قیام، اس کے بانیین کے اخلاص اور موجودہ دور میں امارت شرعیہ کے شعبہ جات کی کارکردگی پر گفتگو کی۔ اجلاس کی نظامت قاضی شریعت سوپول جناب مولانا ابوالقاسم رحمانی نے کی، اجلاس کو کامیاب بنانے میں ضلع تنظیم کے سرپرست جناب احسان الحق، صدر جناب حافظ عبدالرشید، سکریٹری جناب جمال الدین صاحب، جوائنٹ سکریٹری مفتی نہال صاحب ومولانا سلیم صاحب اور قاضی شریعت مولانا ابوالقاسم رحمانی وضلعی تنظیم کے دیگر ارکان وذمہ داروں نے کلیدی حصہ لیا۔

۸؍دسمبر کو حضرت امیر شریعت نے جامع مسجد میر ٹولہ سہرسہ میں منعقد ایک عظیم الشان استقبالیہ اجلاس کو خطاب کیا، آپ نے کہا کہ مدارس اسلامیہ اور دینی وملی ادارے ملت کی امانت ہیں، اس کی تعمیر وترقی اور ملک میں اس کی بقاء وتحفظ ہر مسلمان کی ایمانی ذمہ داری ہے، مدارس اور ملی اداروں کو خیراتی تصور سے باہر نکالنا وقت کی اہم ضرورت ہے، اس سے مدارس کا نظام باوقار وپرکشش بنے گا، اور ملی ادااروں کے کام آگے بڑھیں گے، لازم ہے کہ ہر مسلمان عہد کرے کہ وہ ان اداروں کی ترقی اور اس کی عظمت نو کی بحالی کے لئے زکوۃ وصدقات کے علاوہ اپنے عطیات کی رقوم بھی دینی اداروں پر خرچ کرے گا۔ اور جب بھی ضرورت پڑے گی تو پوری فراخدلی کے ساتھ ان اداروں کے قیام اور اس کے نظام کے استحکام میں حصہ لے گا، آپ نے امارت شرعیہ کے تعلیمی ترقیاتی مقاصد اور اہداف کی تکمیل میں تعاون کی اپیل بھی کی۔ حضرت امیر شریعت مدظلہ کے ہاتھوں دارالقضاء مصطفیٰ نگر سہرسہ کی عمارت میں امارت ہیلتھ سنٹر کا بھی افتتاح ہوا۔

حضرت امیر شریعت کے اس سفر کی خاص بات یہ رہی کہ جہاں جہاں استقبالیہ جلسے ہوئے ہر جگہ یا تو دینی مکتب کا قیام عمل میں آیا، یا دارالقضاء کا افتتاح ہوا، کہیں کسی زمین کا تنازع حل ہوا، کہیں ہیلتھ سنٹر کا افتتاح ہوا، کہیں کوئی دوسرا ملی کام انجام پایا، غرض ہر جگہ قوم ملت کے مفاد کا کوئی نہ کوئی کام یا منصوبہ شروع ہوا۔

مصطفیٰ نگر سہرسہ کے دار القضاء میں ہیلتھ سنٹر کا افتتاح کرتے ہوئے آپ نے لوگوں سے اپیل کی کہ بامقصد جلسے کریں، یہاں سہرسہ میں بھی دارالقضاء کی عمارت میں ایک ہیلتھ سنٹر کا افتتاح ہو رہا ہے، جو یہاں کے لوگوں کے لئے یقیناً بڑی نعمت ہے، حضرت امیر شریعت مدظلہ نے حاضرین کو تلقین کی کہ وہ آپس کی نااتفاقی اور دل کی کدورتوں کو ختم کریں، آپ نے کہا کہ ہر مسلمان اپنے دل کو صاف کر لے، ایک مسلمان کے دل کی عظمت اللہ کے نزدیک خانہ کعبہ سے بھی زیادہ ہے، اس لئے دلوں کو صاف رکھیں، اور متحد ہو کر زندگی گذاریں، آپ خوش نصیب ہیں کہ ضلع سہرسہ میں پنچایت، بلاک اور ضلع سطح پر تنظیم امارت شرعیہ قائم ہے، امارت شرعیہ کی تنظیم ہمیشہ کلمہ واحدہ کی بنیاد پر قائم ہوئی ہے، ہر کلمہ پڑھنے والا امارت شرعیہ کی تنظیم کا حصہ ہے، اور کلمہ ہی مسلمانوں کے اتحاد کی سب سے مضبوط بنیاد ہے، امید کہ آپ حضرات اس تنظیمی ڈھانچہ کو مضبوط اور موثر بنائیں گے، آپ نے اپنے خطاب میں فکر آخرت پر بھی زور دیا اور کہا کہ موت ہم سب کے سامنے کھڑی ہے، آپ اس سوچ کے ساتھ قدم آگے بڑھائیں کہ اگر کسی وقت بھی موت آجائے تو ہمارے پاس ایسے اعمال موجود ہوں جس سے دنیا اور آخرت دونوں جگہ آپ سرخرو ہوں۔ اجلاس سے قاضی شریعت مولانا مفتی انظار عالم قاسمی، مفتی امارت شرعیہ جناب مولانا سعیدالرحمٰن قاسمی، نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد سہراب ندوی، مولانا محب الحق قاسمی، قاضی شریعت للیجہ مولانا اظہار الحق قاسمی، قاضی شریعت سہرسہ مولانا یوسف قاسمی نے بھی خطاب کیا۔ مولانا شمیم اکرم رحمانی صاحب نے نظامت کی ذمہ داری سنبھالی۔ تنظیم امارت شرعیہ سہرسہ کے ضلع صدر جناب طاہر صاحب، ضلع سکریٹری ڈاکٹر طارق نے بھی شکریہ کے کلمات کہے۔ سابق ایم ایل اے جناب ظفر صاحب، جناب اظہار عالم صاحب وغیرہ کے علاوہ۔ اس اجلاس کو کامیاب اور بامقصد بنانے میں ضلع سہرسہ کے علماء، ائمہ، مدارس کے ذمہ داران، شہر کے نوجوانوں اور ضلع تنظیم کے ذمہ داران وارکان نے نمایاں رول ادا کیا۔

Scanned with CamScanner

طنز و مزاح: تاریخ کے آئینے میں

ڈاکٹر انور سدید

خالق کائنات نے انسان کو قوت گویائی سے سرفراز کیا، اس اراضی پر انسان نے جسے چار مزید حواس خمسہ بھی عطا کئے گئے، اپنی سماجی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بولیاں اختراع کیں جو اشاروں کی زبان سے ارتقاء کی اگلی منزل تھی، لسانیات کے ماہرین نے دنیا کے مختلف خطوں میں زبانوں کے فروغ کو اس خطے میں بود و باش رکھنے والے انسانوں کی فطری ضرورت قرار دیا اور یہ زبانیں قدیم انسان کے اظہار و ابلاغ کا وسیلہ تھیں تو دوسری طرف اس کے مسرت و غم کے جذبات کی ترسیل میں بھی معاونت کرتی تھیں، چنانچہ انسان کو ''حیوان ناطق'' قرار دیا گیا تو اسے ''حیوان ظریف'' بھی شمار کیا گیا جو سنجیدہ گوئی کے سماجی عمل میں ناہمواری یا بوالعجبی دیکھتا تو اپنی خوش طبعی اظہار مسکراہٹ، ہنسی یا قہقہے سے کرتا تھا اور طمانیت قلب کی اس بہجت (شادمانی) آفریں کیفیت نے تحریری ادب کی صورت اختیار کی تو اس کے لئے ''طنز و مزاح'' کی اصطلاحات وضع کرلی گیں۔ ''لسان العرب'' میں تشریح کی گئی ہے کہ:

''مزاح ایسی ہنسی یا کشادگی طبع کا نام ہے جس میں وقار اور متانت کے پہلو کو نظر انداز نہ کیا جائے، اس کا مقصد ایسی خوش خلقی اور فرحت قلوب ہے جو خیر اور تلطف پر مبنی ہو نہ کہ اس کا مقصد اذیت پہنچانا یا کسی کی تحقیر و تذلیل کرنا ہو۔'' دوسری طرف اسٹیفن لیکاک نے وضاحت کی کہ ''مزاح زندگی کی ناہمواریوں کے اس ہمدردانہ شعور کا نام ہے جس کا فنکارانہ اظہار ہو جائے۔''

چنانچہ مزاح بالعموم آسودہ اور طمانیت خیز مسکراہٹ کو کروٹ دیتا ہے اور واقعے کی ایسی صورت اجاگر کرتا ہے جو پہلے ہماری نظروں سے اوجھل تھی، لیکن اب جس کا انکشاف روح کو تازگی عطا کر دیتا ہے، اس کے برعکس طنز میں نہ صرف نکتۂ اختلاف موجود ہے بلکہ اس میں تعریف و تنقیص کا زاویہ بھی نمایاں نظر آتا ہے، انسائیکلو پیڈیا امریکانا میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

''طنز ایک ادبی اسلوب ہے جس میں کسی فرد، نبی نوع انسان یا مکتبہ فکر کی کمزوریوں، برائیوں اور بداخلاقیوں کی اصلاح کے خیال سے تضحیک اور تحقیر کا نشانہ بنا جائے۔''

چنانچہ طنز کا مقصد ناہمواری کو جڑ سے اتار پھینکنا ہوتا ہے لیکن اس کا نتیجہ فوری طور پر برآمد نہیں ہوتا، اس کے لئے طنز کی مسلسل ضربوں کا لگانا ضروری ہوتا ہے، فرد اور معاشرے کی کمزوری کو نشان زد کرنے کا عمل ہر چند افادی اور معاشرے کے صحت مند ارتقاء کے لئے اس کی ضرورت اور اہمیت سے انکار ممکن نہیں، لیکن تنگ نظر معاشروں میں طنز کا رد عمل منفی ہوتا ہے، اور فوری غصے کے ساتھ بعض اوقات آویزش کو بھی جنم دیتا ہے، جس کا باعث طنز نگار کا احساس، تفاخر اور خود پسندی بھی ہوتا ہے، انگریزی ادب کے ایک طنز نگار 'سوفٹ' نے لکھا ہے کہ ''طنز ایک طرح کا آئینہ ہے جس میں دیکھنے والوں کو ہر کسی کا چہرہ نظر آجاتا ہے اور نہیں نظر آتا تو اپنا چہرہ۔'' چنانچہ دوسروں پر رائے زنی کرتے وقت وہ اونچے سنگھاسن پر بیٹھ جاتا ہے اور خدائی فوجدار کا فریضہ ادا کرنے لگتا ہے، ڈاکٹر سہیل احمد خان کی رائے میں طنز ایک طرح کا احتجاج ہے جو برہمی اور آزردہ خاطری کو ادبی شان اور اسلوبی کاٹ عطا کرتا ہے، تاہم معاشرتی طنز میں اصلاح کا زاویہ اہمیت رکھتا ہے اور یہ انسان کو انسانیت کے قریب لاتی ہے، طنز اور مزاح کے فرق کو رونالڈ نے اپنے اس جملے میں خوبصورتی سے پیش کیا ہے کہ مزاح نگار خرگوش کے ساتھ بھاگتا ہے لیکن طنز نگار کتوں کے ساتھ شکار کھیلتا ہے، دوسری طرف شائستہ مزاح کے مزاح نگار، رشید احمد صدیقی کی رائے میں: بہتر طنز کی اساسی شرط یہ ہے کہ وہ ذاتی عناد و تعصب سے پاک ہو اور ذہن و فکر کی بے لوث برہمی یا شگفتگی کا نتیجہ ہو۔

طنز بالعموم برہمی سے پیدا ہوتا ہے اور اسے شگفتہ انداز سے پیش کرنے کے لئے اعلیٰ پائے کے تہذیبی ذہن کی ضرورت ناگزیر ہے، طنز نگار اس تخلیقی رفعت کو حاصل کرلے تو اس کا طنز پارہ ادب میں عظمت اور معاشرے میں باوقار مقام حاصل کر لیتا ہے، تاہم طنز میں چونکہ تنقید و تنقیص کا خطیر عنصر شامل ہوتا ہے اس لئے معاشرے میں اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، اردو ادب میں طنز و مزاح کے امتزاج سے ''ظرافت'' کی اصطلاح وضع کی گئی ہے اور عرب کے ایک مشہور مقولے کے مطابق ''کلام میں ظرافت کو وہی مرتبہ حاصل ہے جو کھانے میں نمک کو نصیب ہے۔'' مولانا صلاح الدین احمد نے اس عربی مقولے سے یہ حقیقت اخذ کی کہ ''کسی زبان کی لطافت اور کسی قوم کی پختگی کا اندازہ کرنے کے لئے اس زبان کی ادبی ظرافت اور اس قوم کا احساس مزاح ہی سب سے عمدہ معیار ہے۔''

دلچسپ بات یہ ہے کہ اردو زبان میں جو مغلوں کے دور زوال میں پیدا ہوئی تھی، شاعری کے باقاعدہ آغاز سے پہلے طنز و مزاح کی مثالیں معاشرے میں گردش کرنے لگی تھیں اور جب تخلیقی اذہان نے فارسی زبان کے اثر و عمل کے تحت شعر گوئی کی طرف اپنی توجہ مبذول کی تو مشاہدے کا طنزیہ زاویہ بھی ان کی شاعری کی بنت میں شامل ہوتا چلا گیا، جب اردو نے علمی اور کتابی زبان کا درجہ حاصل کیا تو طنز و مزاح کے نقوش نثر میں بھی کثرت سے نظر آنے لگے۔ تاہم یہ بات نظر انداز نہیں کی جاسکتی ہے کہ طنز و مزاح کو ابتدائی کروٹ اس مناقشت سے ملی تھی جو افراد کے مابین اکثر اوقات خفیف معاملات پر پیدا ہو جاتی تھی، اس نوع کی چشمک نے ہجو نگاروں کو فروغ دیا، جو بنیادی طور پر نفرت کی آئینہ دار ہے، چنانچہ رنج کی گفتگو میں جب ''آپ'' سے ''تم'' اور ''تم'' سے ''تو'' ہونے لگتی تو ہجو کے گھڑے ہوئے کبت (ایک قسم کی ہندی نظم) جذباتی آسودگی کا باعث بن جاتے، ہجو نگار کو اپنے دوستوں سے داد ملتی یہ اس کی جولانیٔ طبع کا باعث بھی بنتیں۔

گمان غالب یہ ہے کہ شخصی ہجو سے ہی معاشرتی ناہمواریوں، سماجی ناانصافیوں اور تہذیبی بداعمالیوں پر کار رجحان پیدا ہوا۔ اردو میں ہجو نگاری کی روایت فارسی شاعری سے اخذ کی گئی ہے۔

ہجو نگار کا پست ہجو یہ انداز اس کے انتقامی مزاج کا نمونہ ہے، اردو میں اس کے آثار امیر خسرو کی ہندوی شاعری میں ملتے ہیں، لیکن خوبی کی بات یہ ہے کہ خسرو کی ہجو ذات کی تضحیک نہیں کرتی بلکہ یہ ان کی خوش باش طبیعت کا ضمنی اظہار ہے، ہجو میں ذم کے طبع اور قبیح زاویے موجود ہیں، لیکن اسے کڑوی تنقید کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، جو بالعموم ناگفتنی کو گفتنی بنا دیتی ہے اور زبان زد خاص و عام ہو جاتی ہے، اس نوع کی ہجو میں میر جعفر زٹلی کا نام سب سے نمایاں ہے۔

سوشل میڈیا کا بے جا استعمال

محمد یوسف رحیم بیدر

سوشل میڈیا جب سے ایک پلیٹ فارم بن کر آیا ہے، اس وقت سے نوجوانوں میں ایک مسرت اور خوشی کا ماحول ہے، سیاسی، لسانی، تہذیبی، مذہبی اور ادبی جہد کاروں نے بھی سوشل میڈیا کو خوش آمدید کہا اور کروڑہا لوگ اس پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے اور اپنی زندگی کے بے حساب گھنٹے اور لاکھوں دن سوشل میڈیا پر صرف کرنے میں مشغول ہیں۔ سماجی علوم کے ماہرین کا خیال ہے کہ سوشل میڈیا کا اس قدر استعمال انسان کو تنہائی پسند بناتا جا رہا ہے، اس کی نفسیات میں تبدیلی آرہی ہے، خودکشی کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ سوشل میڈیا سائٹ پر اپنی ویڈیو کلپ بنا کر خودکشی کر لینے کے رجحان میں اضافہ انسانیت کیلئے سوچنے والی بات ہے، جو شخص کل تک سوشل میڈیا پر اپنی اور اپنے دوستوں اور گھربار کی تصویریں اپ لوڈ کرتا تھا، آخر میں وہ اپنی موت کی ویڈیو بھی راست نشر کر رہا ہے۔ یہ نفسیات دراصل سماج سے ایک بغاوت ہے۔ اس میں سماجی ناکامی اور انتظامیہ کی ناکامی کا واضح اشارہ ہے۔ انسان چپ چاپ مرجاتا لیکن یہ کیا بات ہوئی کہ اپنی زندگی کے خاتمہ کو اس نے Live دینا ضروری سمجھا۔ راست نشریات کی نفسیات سماج سے خفگی اور اس سے بغاوت کا اشارہ ہے۔ سیاسی حوالے سے ہم اگر سوشل میڈیا کو دیکھیں تو سب سے زیادہ بے چینی سیاسی گلیاروں میں ملتی ہے۔ جب تک پرنٹ میڈیا اکاؤنٹ پر اپنی خبروں اور تصاویر کو اپ لوڈ کر کے خوش رہ سکتی ہیں۔

کل جب پرنٹ میڈیا میں کوئی اختلافی چیز شائع ہوتی تھی تو دوسرے دن اس کا جواب آتا تھا۔ درمیان میں کئی گھنٹوں تک سکون رہتا تھا لیکن سوشل میڈیا آنے اور ہزارہا چینلوں کی بھرمار کے بعد حالات یوں ہیں کہ سیاست دانوں کو کسی بھی مسئلہ میں فوری جواب دینا ہے۔ جیسے ہی وہ جواب دے گا۔ اس جواب کا جواب فریق کے پاس رہتا ہے۔ پھر انہیں جواب دیتا ہے۔ گویا سیاسی زندگی میں اور کوئی کام نہیں ہے۔ مسلسل لگے رہتے۔ باتھ روم جا رہے ہوں تو پہلے جواب دیں پھر باتھ روم جائیں والی کیفیت اعلانیہ دیکھی جا سکتی ہے۔ ابتداء میں تو سوشل میڈیا اوسط درجہ کے سیاست دانوں کیلئے بہتر تھا، لیکن اب ان کی زندگی اجیرن بن چکی ہے۔ آپ سب جانتے ہیں، تمام سیاسی پارٹیوں کے پاس میڈیا سیل کے نام پر دراصل ''سوشل میڈیا سیل'' کی باڑھ آئی ہوئی ہے۔ یہ لوگ میڈیا سے مخاطب ہو نہیں ہو سکتے کیونکہ پارٹیوں نے گراؤنڈ سطح کے ان نئے نوجوانوں کو اس خودساختہ ''میڈیا سیل'' کا ذمہ دار بنا دیتا ہے، ان کا کام ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے واقعات پر نظر رکھیں اور اپوزیشن میں ہیں تو مسائل کو اٹھائیں اور اقتدار میں ہیں تو اپوزیشن کی جانب سے کئے جانے والے سوالات پر نظر رکھیں اور خود ہی گراؤنڈ سطح پر جوابات دیتے رہیں اور ہو سکے تو ہنگامہ بھی کھڑا کر دیں، بلکہ ایک دوسرے کے دامن کو پکڑ لیں، جس کو ''ڈیجیٹل سیاسی ہنگامہ کہا جا سکتا ہے۔

سیاسی ماہرین کا کہنا ہے کہ سوشل میڈیا کا زمانہ نہیں تھا تب سیاست میں کافی سکون تھا۔ ترقیاتی کام بھی قاعدے اور کوالٹی کے ہوتے تھے۔ اب صرف لیپا پوتی سے کام لیا جا رہا ہے تاکہ سوشل میڈیا پر تصاویر اور ویڈیو ڈال کر سیاست دان عوام کو مطمئن کر سکے۔

ایک اور سیاسی ماہر نے سوال کیا ہے کہ یہ بتائیں سوشل میڈیا کے اس دور میں معاشرہ سکون سے رہ رہا ہے۔ مانا کہ آپ کی آواز فوری طور پر حکومت تک پہنچ رہی ہے، جب آپ کی بات حکومت سوشل میڈیا کے ذریعہ سن رہی ہے تو کیا مسائل حل ہو رہے ہیں؟ معاشرے میں اگر امن و سکون نہیں ہے تو ایسی مشینوں اور ایجادات سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اس لئے سوچئے کہیں سوشل میڈیا کی بدولت اپنا سکون تو غارت نہیں کر رہے ہیں؟ ٹویٹر ہونے والی سیاست دانوں اور فلم اسٹاروں کی جنگ کو چیلوں نے اپنے ذریعہ عوام تک پہنچا کر سیاست دانوں اور فلم اسٹاروں کو جہاں ہیرو بنایا وہاں ان کی جنگ کو عوام تک پہنچا کر عوام کو آج بھی تالی بجانے والا اور تماشائی ہی بنائے رکھا۔ جمہوریت میں عوام بادشاہ ہے، لیکن یہ ایک ایسی مشینی جمہوریت ہے جہاں ہر شخص تماشائی ہے۔ تالیاں بجانا اس کا کام ہے۔ اس سے بڑھ کر عوام کا کوئی رول نظر نہیں آتا۔

کورونا کی مہاماری کے اس عہد میں گذشتہ سوا سال کے درمیان آن لائن پروگرام، کلاسیں اور ویب نار کا بڑے پیمانے پر تعارف اور استعمال شروع ہو چکا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ آئندہ کے انسان کو آن لائن رہنا ہے۔ گھر ہی دفتر ہوگا وغیرہ۔ کئی ایک معروف کمپنیوں نے اپنے آن لائن ویب نار مفت چلا رکھے ہیں۔ یونیورسٹیز بھی اپنے آڈیٹوریم کا تعارف پورے ملک اور دنیا میں مفت داخلہ کے ذریعہ کر رہی ہیں۔ اس قدر آن لائن پروگرام اور ویب نار کی بھرمار ہے کہ یاد نہیں رہتا کہ کس کا پروگرام کون سی تاریخ اور کس وقت ہے؟ اس قدر آن لائن ٹریفک اور پروگراموں پر روک ممکن نہیں ہے۔ دوسری جانب انسان اور جنٹلمین یا مستقبل بنانے والے نوجوانوں سے آن لائن پروگراموں نے ان کا سکون چھین لیا ہے۔ طلبہ کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔ شاید آپ میری بات سے متفق نہ ہوں مگر ہوتا یہی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں، سچ ہی کہتے ہوں گے کہ سوشل میڈیا انٹرنیٹ کی آمد نے بہت کچھ آسان کر دیا ہے، بلکہ انسانی دسترس میں پہنچا دیا ہے۔ تاہم کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ انٹرنیٹ کے بے تحاشہ استعمال نے ......

(۱) انسان کو تنہا کر دیا ہے (۲) انسان اپنا مقصد زندگی بھول چکا ہے اور انٹرنیٹ کا ناظر بن چکا ہے (۳) انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا چلانا ہی اس کا مقصد زندگی ہے وہ اس کے بغیر جینے کا تصور نہیں کرتا جبکہ بحیثیت انسان اس کو اپنے خالق و مالک اور اس کا کنبہ یعنی انسانوں کی فلاح و بہبود کیلئے جینا ہے (۴) مرد و خواتین کے آپس میں ملنے اور زندگی کرنے کی ضرورت اور حقیقت کو انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے پارہ پارہ کر دیا ہے۔ قربتوں کو ہجر اور ہجر کو تصوراتی قربتیں میسر ہیں، گناہ ہر گھر کی کہانی بن چکا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

Scanned with CamScanner

فلسطینیوں پر مصیبت کے سو سال

صابر ابو مریم

آج سے ٹھیک 104 سال قبل یعنی سنہ 1917ء میں 2 نومبر کو برطانوی سکریٹری خارجہ آرتھر جیمز بالفور نے صہیونی تحریک کے سب سے بڑے حمایتی لارڈ والٹر راتھس چائلڈ کو ایک خط جاری کیا جس میں فلسطین کی سرزمین پر صہیونیوں کے لئے ایک صہیونی ریاست بنانے کی تجویز پیش کی، جسے بعد میں اسرائیل کے نام سے قائم کیا گیا۔ اس خط میں بالفور نے تحریر کیا کہ حکومت برطانیہ فلسطین کی زمین پر یہودیوں کی ریاست کے قیام کے حق میں ہے۔ تاریخ کے موضوعات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حکومت برطانیہ کی جانب سے لکھا گیا یہ خط مسئلہ فلسطین کی بنیاد بنا۔ اگر چہ دنیا بھر سے یہودیوں کو لا کر بسانے کا عمل پہلے ہی شروع کیا جا چکا تھا لیکن یہ وہ زمانہ تھا کہ جس وقت صہیونیوں کی تحریک ایک طرف دنیا میں پہلی جنگ عظیم کا ایندھن بھڑکانے میں مصروف تھی تو دوسری جانب فلسطین کی سرزمین مقدس پر یہودی ریاست کے قیام کے لئے سرگرداں تھی۔

بالفور اعلامیے کا پس منظر یہ ہے کہ جب یہ جاری کیا گیا، اس وقت پہلی جنگ عظیم لڑی جا رہی تھی۔ فلسطین ترک خلافت عثمانیہ کے زیر انتظام علاقہ تھا۔ ترکی ''مرکزی طاقتوں'' کے ساتھ تھا۔ برطانیہ اور امریکا ''اتحادی طاقتوں'' کے بلاک میں شامل تھے۔ جنوری 1915ء میں ترکی کی عثمانی حکومت کی افواج نے مصر کے علاقے نہر سوئز اور وادی سینا پر حملہ کر دیا تھا۔ مصر برطانوی سامراج کے زیر تسلط تھا۔ اس حملے کے بعد برطانیہ کو قریبی علاقے فلسطین کی اسٹریٹجک اہمیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس صورتحال کے پیش نظر برطانیہ کے صہیونی سر ہربرٹ سیموئیل نے برطانوی کابینہ کو خط لکھا جس میں تجویز کیا گیا کہ فلسطین میں یہودی وطن کا قیام برطانیہ کی مشرق وسطی پالیسی کے لیے مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی سر ہربرٹ سیموئیل بعد میں فلسطین میں برطانیہ کا ہائی کمشنر (یعنی سفیر) مقرر کیا گیا تھا۔

فلسطینی عرب جن میں عیسائی فلسطینی سمیت مقامی یہودیوں اور مسلمان فلسطینیوں نے ہمیشہ حکومت برطانیہ کے ایسے منصوبوں اور خاص طور سے اس اعلامیہ کی شدید مذمت کی اور اسے مسترد کیا۔ مقامی یہودی جو صہیونی نظریات کے حامل نہیں تھے، اس بات پر مکمل یقین رکھتے تھے کہ فلسطین کی زمین فلسطینیوں کی ہے اور فلسطین ہر فلسطینی عرب کا وطن ہے چاہے وہ مسلمان ہو، یہودی ہو یا عیسائی اور یا پھر کسی بھی قوم اور مذہب سے ہو۔ آج بھی مغربی ممالک بالخصوص امریکا میں دسیوں ہزار یہودی ایسے بھی موجود ہیں جو صہیونیزم کو یہودی مذہب کے خلاف گھناؤنی سازش قرار دیتے ہیں اور اس بات پر متفق ہیں کہ فلسطین کی زمین پر اسرائیل نام سے قائم کی جانے والی ریاست جعلی ریاست ہے۔

برطانوی حکومت کے اس اعلی عہدیدار کی جانب سے جاری کردہ اعلامیہ میں جو تاریخی ناانصافی کی گئی پوری دنیا آج اس کا مشاہدہ کر رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں فلسطین پر اسرائیل کے غاصبانہ تسلط کا موجد برطانیہ کو سمجھا جاتا ہے جو بالکل درست ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ برطانوی حکومت فقط تنہا ہی اس ناپاک منصوبہ کی موجد اور عمل درآمد کروانے والی نہ تھی بلکہ امریکی حمایت بھی ان کے ساتھ تھی۔ لہذا یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ امریکہ اور برطانیہ ہی اسرائیل کے سرپرست ہیں اور آج تک ایک سو چار سال میں صہیونیوں نے جو کچھ فلسطینیوں کے ساتھ کیا ہے اس ظلم اور بربریت و ناانصافی میں امریکا اور برطانیہ بھی نہ صرف فلسطینیوں کے مجرم ہیں بلکہ اقوام عالم کے بھی مجرم ہیں۔

بالفور اعلامیہ تاریخ کا ایک ایسا سیاہ باب ہے جس نے فلسطین کی سرزمین پر صہیونیوں کے ہاتھوں مظلوم انسانوں کے قتل عام کا لائسنس فراہم کیا۔ آج بھی فلسطینی عوام کے قاتل صہیونی انتہائی بے شرمی کے ساتھ بالفور اعلامیہ پر فخر کرتے ہوئے فلسطین میں اسرائیل کے ناجائز قیام کے لئے اہم سنگ میل قرار دیتے ہیں۔

حقیقت میں بالفور کا لکھا گیا خط صہیونیوں کی مکمل حمایت کے ساتھ ساتھ سلطنت عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے ایک گہری سازش تھا جسے تاریخ نے بعد میں مشاہدہ کیا۔ واضح رہے کہ بالفور اعلامیہ کی توثیق 31 اکتوبر 1917ء کو اس وقت کی برطانوی کابینہ نے کی تھی۔

تاریخ کے اس سیاہ ترین باب کا متن کچھ اس طرح سے تھا: محترم روتھشیلڈ: مجھے شاہ برطانیہ کی طرف سے آپ کو بتاتے ہوئے بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ درج ذیل اعلان صہیونی یہودیوں کی امیدوں کے ساتھ ہماری ہمدردی کا اظہار ہے اور اس کی توثیق ہماری کابینہ بھی کر چکی ہے: ''شاہ برطانیہ کی حکومت فلسطین میں ایک یہودی ریاست کے قیام کی حامی ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی ہر ممکن صلاحیت کو بروئے کار لائے گی مگر اس بات کو مدِ نظر رکھا جائے کہ فلسطین کی موجودہ غیر یہودی آبادی (مسلمان اور مسیحی) کے شہری و مذہبی حقوق یا دوسرے ممالک میں یہودیوں کی سیاسی حیثیت کو نقصان نہ پہنچے۔''

میں بہت ممنون ہوں گا اگر اس اعلان کو صہیونی فیڈریشن کے علم میں بھی لایا جائے۔ آپکا مخلص۔۔ آرتھر جیمز بالفور دنیا کے سامنے انسانی حقوق اور انصاف و قانون کی بالادستی کا راگ الاپنے والے مغربی حکومتوں کی حقیقت تو یہ ہے کہ اپنے سرمایہ دارانہ نظام کے مفاد کی خاطر دنیا کے ایک حصہ یعنی فلسطین پر ایک نا رکنے والے ظلم اور جبر کے سلسلہ کو جنم دیا۔ ایک صدی اگر چہ بیت چکی ہے لیکن دوسری حقیقت یہ بھی ہے کہ ظلم اور جبر و استبداد کے پنجے کے سامنے فلسطینی آج بھی ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں، ٹھیک اسی طرح سے جیسے انہوں نے سنہ 1917ء میں کیا تھا اور یہ سلسلہ نسل در نسل جاری ہے۔ اس وقت فلسطینی عوام کے پاس اپنا حق حاصل کرنے کے لئے پتھر اور غلیل کا راستہ موجود تھا لیکن آج کا فلسطین پتھروں سے آگے نکل کر میزائل اور راکٹوں سمیت ڈرونز ٹیکنالوجی کا فلسطین بن چکا ہے۔ برطانوی حکومت نے اعلان بالفور کے ذریعہ تا قیامت اپنے ماتھے پر سیاہ کلنک لگا لیا ہے جسے شاید کسی طرح مٹایا نہیں جا سکتا ہے۔ آج دنیا کے باشعور لوگ جب بھی مسئلہ فلسطین کی بات کرتے ہیں تو انہیں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی یہ نام نہاد سپر طاقتیں اور قانون و انصاف کی بالادستی کا دم بھرنے والی حکومتیں فقط کھوکھلے نعروں کی بنیاد پر استوار ہیں۔ ان کی حقیقت ان کے ظاہر سے بھیانک ترین ہے۔ یہ حکومتیں نہ صرف ظلم و جبر کی حامی ہیں بلکہ باشعور انسانوں کے لئے ناقابل اعتماد ہیں۔ ان پر کسی صورت میں بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ بالفور اعلامیہ حقیقت میں اس منظم سازش کا ایک حصہ تھا کہ جس کے تحت فلسطین پر صہیونی یہودی ریاست مسلط کر کے برطانیہ اور امریکا نے اپنے اور صہیونی سامراج کے مشترکہ مفادات کا تحفظ کیا۔ آج اقوام عالم، یہ سوال اٹھا رہی ہیں کہ آخر بالفور اعلامیہ کی صورت میں فلسطینی عوام کے ساتھ جو خیانت اور ظلم کیا گیا تھا کیا آج دور جدید کی حکومتیں برطانوی اور امریکی حکومت سے سوال اٹھائیں گی؟ کوئی ان سے پوچھے کہ کیا آج تک فلسطینیوں کے شہری اور مذہبی حقوق پامال ہوتے انھیں نظر نہیں آ رہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل کا وجود ہی فلسطینیوں کے حقوق کی پامالی پر مبنی ہے لہٰذا اس کا خاتمہ ناگزیر ہے۔

دنیا کے چند چھوٹے ممالک

عابد

آپ لوگ ویسے تو بہت سے ممالک کے بارے میں جانتے ہی ہوں گے لیکن ہم آج آپ کو دنیا کے سب سے چھوٹے ممالک کے بارے میں بتا رہے ہیں۔

1۔ ویٹیکن سٹی (رقبہ-0.44 مربع کلومیٹر): اٹلی کے بالکل درمیان میں واقع ویٹیکن سٹی دنیا کا سب سے چھوٹا ملک ہے۔ ایک گاؤں سے بھی چھوٹا، جس کی پوری سرحد آدھے کلومیٹر سے بھی کم ہے۔ 20 منٹ میں اس کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں پیدل ہی پہنچا جا سکتا ہے۔

2۔ موناکو (2.02 مربع کلومیٹر): موناکو فرانس کے ساتھ سمندر کے کنارے واقع ہے۔ یہ سب سے چھوٹا ملک ہونے کے باوجود بھی انتہائی اعلی معیشت والا ملک ہے۔

3۔ نورو (21 مربع کلومیٹر): نورو دنیا کا سب سے چھوٹا جزیرہ نما ملک ہے۔ یہ بحر اوقیانوس کے بالکل درمیان میں واقع ہے۔

4۔ تولو (26 مربع کلومیٹر): ہوائی اور آسٹریلیا کے درمیان آباد ہے۔ یہ 3 جزائر تک سمٹا ہوا ہے۔

5۔ سان مارینو (61 مربع کلومیٹر): اٹلی کے درمیان بسا سان مارینو دنیا کا سب سے قدیم ملک بھی تصور کیا جاتا ہے۔

6۔ لیچین سٹین (160 مربع کلومیٹر): اس ملک کے بارے میں شاید ہی کسی نے سنا ہو، لیکن یہ ملک جی ڈی پی کے لحاظ سے دنیا میں نمبر 1 ہے۔ یہ جرمن زبان بولنے والوں کا واحد ملک ہے، جہاں پہاڑی سلسلے ہیں۔ اور جہاں کوئی ائرپورٹ نہیں۔

7۔ سینٹ کٹس اینڈ نیوس (261 مربع کلومیٹر): سینٹ کٹس اینڈ نیوس امریکی براعظم کا سب سے چھوٹا ملک ہے۔ یہ ویسٹ انڈیز کی کالونیوں میں سے ایک کالونی ہے۔ یہ دو جزائر پر مشتمل ہے، جس پر کہا جاتا ہے کہ یورپین نے امریکہ کی دریافت کے وقت سب سے پہلے انہیں جزائر پر قبضہ کیا تھا۔

8۔ مالدیپ (300 مربع کلومیٹر): مالدیپ ایشیا کا سب سے چھوٹا ملک ہے۔ چاہے وہ رقبہ کی بات ہو، یا آبادی کی۔ سمندر کے درمیان بسا یہ ایک چھوٹا سا ملک ہے۔

9۔ مالٹا (316 مربع کلومیٹر): مالٹا ہے تو چھوٹا سا، مگر سب سے گنجان آبادی والا ملک ہے۔ محض 316 مربع کلومیٹر کا یہ ملک ہمارے ملک کے کسی بڑے ضلع سے بھی چھوٹا ہے۔

10۔ گرناڈا۔ (344 مربع کلومیٹر): یہ ایک جزیرہ ہے جو کہ کریبین سمندر کے درمیان میں آتا ہے۔ یہ جزیرہ اپنے مسالہ جات کی وجہ سے بھی بہت مشہور ہے۔ جائفل اور دارچینی کی سب سے زیادہ پیداوار بھی اسی ملک میں ہوتی ہے۔

دنیا میں ایک ایسا ملک بھی ہے کہ جو بے انتہا وسیع و عریض سمندر کے عین درمیان واقع ہے اس کا رقبہ ایک چھوٹے بحری جہاز کے برابر یعنی 0.025 کلومیٹر اور آبادی صرف 27 افراد ہے۔ اس ملک کا ایک شہزادہ اور شہزادی بھی ہے اور اس نے 1967ء سے آزادی کا اعلان کر رکھا ہے۔ سی لینڈ نامی یہ ملک برطانیہ کے ساحلوں سے دور بین الاقوامی سمندر میں واقع ہے اور اس کی اپنی کرنسی، ڈاک ٹکٹ اور قومی ترانہ بھی ہے۔ دراصل یہ ایک پرانا قلعہ ہے، جس پر دوسری جنگ عظیم کے دوران برطانیہ کے ایک سابقہ میجر رائے بیٹس نے قبضہ کیا۔ اس قلعے کو 1950ء کی دہائی میں خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔ رائے نے جنگ کے بعد ماہی گیری اور ریڈیو براڈ کاسٹنگ کے مشاغل اختیار کر لئے لیکن برطانوی حکومت کی پابندیوں سے تنگ آ کر اس نے بالآخر اس قلعے میں اپنی آزاد ریاست قائم کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ اس نے اپنی بیوی ہوان کے ساتھ یہاں رہائش اختیار کر لی اور اسے برطانیہ سے آزاد ریاست قرار دے دیا۔ رائے اور ہوان اس ریاست کے پہلے بادشاہ اور ملکہ بن گئے۔ کنکریٹ کے دو بڑے ستونوں کے اوپر لوہے کا ایک بڑا پلیٹ فارم ہی اس ملک کی کل "زمین" ہے اور یہاں کے لوگ پینے کے لئے پانی بھی خود ہی صاف کرتے ہیں اور اپنی زیادہ تر خوراک اور دیگر اشیاء برطانیہ اور یورپ سے درآمد کرتے ہیں۔ ان کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ایک آن لائن دکان ہے جہاں یہ اپنی ریاست کی یادگاری اشیاء اور اس ملک کے القابات بیچتے ہیں۔ آپ تقریباً 200 پاؤنڈ دے کر اس ریاست کے نواب کا خطاب حاصل کر سکتے ہیں۔ اس منفرد ریاست کا دعویٰ ہے کہ جرمنی اور فرانس نے اس کی آزادی کو تسلیم کر لیا ہے۔ ریاست کے بانی رائے کی وفات کے بعد اب ان کا بیٹا مائیکل اس سلطنت کا حکمران ہے۔

Scanned with CamScanner

ہندوستان بھر کے جیلوں میں اقلیتوں کی کثیر تعداد؛ کیا ہے وجہ؟

کرسٹوف جیفرلوٹ، مولک سینی (انڈین ایکسپریس ۱۰/ دسمبر ۲۰۲۱) ترجمہ : سید محمد عادل فریدی

پولیس کی فرقہ وارانہ ذہنیت ہمیشہ اقلیتوں پر ظلم کے بہانے تلاشتی رہتی ہے خواہ حکومت کسی پارٹی کی ہو اور حکمران جماعت کا نظریہ کچھ بھی ہو۔ جیلوں میں مسلمانوں کی حد سے زیادہ نمائندگی بھی کسی حد تک پولیس کے فرقہ وارانہ تعصب کی عکاسی ہے۔

نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو (این سی آر بی) کی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کی تقریباً تمام ریاستوں میں، خواہ وہاں کسی بھی پارٹی کی حکومت ہو، جیلوں میں مذہبی اقلیتوں کی نمائندگی زیادہ ہوتی ہے۔ان میں بھی مسلمانوں کا تناسب دیگر سبھی اقلیتوں سے زیادہ ہے۔

کانگریس کی قیادت والی سرکار یو پی اے II (UPA-II) کے دوران، مسلمانوں کی شرح "انڈر ٹرائلز" (زیر سماعت معاملات یعنی جہاں ابھی تک جرم ثابت نہیں ہوا ہے) معاملات میں 21 سے 22.5 فیصد اور بی جے پی کی قیادت والی این ڈی اے II (NDA-II) کے تحت (2014 سے 2019 تک) 19 سے 21 فیصد رہی۔

لیکن چونکہ لا اینڈ آرڈر (امن وامان) کا معاملہ ریاست کا موضوع ہے، اس لیے اس سوال کو اس سطح پر جانچنے کی ضرورت ہے۔تقریباً تمام ہندو اکثریتی ریاستوں میں جیل کے قیدیوں میں مسلمانوں کی زیادہ نمائندگی ہے (اور تھی) آسام میں 2011 کی مردم شماری کے مطابق، مسلمان مجموعی آبادی کا 34 فیصد ہیں اور وہ زیر سماعت معاملات میں جیلوں میں 43 سے 47.5 فیصد ہیں۔ گجرات میں مسلمانوں کی آبادی 10 فیصد ہے، لیکن 2017 سے وہ 25 سے 27 فیصد جیلوں میں انڈر ٹرائلز ہیں۔ (2013 میں ان کی تعداد 24 فیصد تھی)۔ کرناٹک میں، مسلمان آبادی کا 13 فیصد ہیں اور وہ 2018 سے اب تک 19 سے 22 فیصد "انڈر ٹرائلز" ہیں (2013-2017 میں یہ 13 سے 14 فیصد تھے)؛ کیرالہ میں، وہ آبادی کا 26.5 فیصد اور "انڈر ٹرائلز" کا 28 سے 30 فیصد ہیں۔ مدھیہ پردیش میں مسلمانوں کی کل آبادی 6.5 فیصد ہے جب کہ زیر سماعت معاملات میں 2017 سے 12 سے 15 فیصد جیلوں میں بند ہیں۔ مہاراشٹر میں، مسلمان آبادی کا 11.5 فیصد ہیں، اور "انڈر ٹرائلز" میں ان کا فیصد 2012 میں 36.5 فیصد تک پہنچ گیا (2015 میں یہ 2009 کی سطح پر واپس چلا گیا، یعنی 30 فیصد ہو گیا ہے) راجستھان میں، مسلمان 9 فیصد ہیں اور وہ "انڈر ٹرائلز" میں سے 18 سے 23 فیصد کی نمائندگی کرتے ہیں (2013 میں وہ 17 فیصد تھے)؛ تمل ناڈو میں، مسلمان 6 فیصد ہیں، اور 2017 سے زیر سماعت معاملوں میں سے 11 فیصد؛ اتر پردیش میں، مسلمان آبادی کا 19 فیصد ہیں، اور 2012 سے اب تک 26 سے 29 فیصد "انڈر ٹرائلز" ہیں۔ مغربی بنگال میں، مسلمان آبادی کا 27 فیصد ہیں، اور وہ 2017 سے اب تک 36 فیصد سے زیادہ "انڈر ٹرائلز" کی نمائندگی کرتے ہیں۔ واحد ہندو اکثریتی ریاست جہاں مسلمانوں کو "انڈر ٹرائلز" میں سے کم نمائندگی دی گئی ہے وہ بہار ہے، جہاں مسلمان جیلوں میں 15 فیصد ہیں جب کہ آبادی کا 17 فیصد ہیں۔ جیلوں میں مسلمانوں کی حد سے زیادہ نمائندگی کسی حد تک پولیس کے فرقہ وارانہ تعصب کی عکاسی ہے۔

بیشتر ریاستوں میں "سزا یافتہ" مسلمانوں کا فیصد "انڈر ٹرائل" (زیر سماعت معاملوں) میں ان کے فیصد سے بہت کم ہے۔ مثال کے طور پر 2019 کو ہی لیں: اس سال زیر سماعت معاملوں میں آسام میں جیل میں بند مسلمانوں کی شرح 47.5 فیصد تھی جب کہ سزا پانے والوں کی تعداد 39.6 فیصد رہ گئی۔ دیگر ریاستوں کا جائزہ لیں تو کرناٹک میں 19.5 زیر سماعت معاملوں میں 14 فیصد کو سزا ہوئی؛ کیرالہ میں 31 فیصد سے کم ہو کر 27 فیصد، مدھیہ پردیش میں 12 فیصد سے کم ہو کر 10 فیصد، مہاراشٹر میں 30 فیصد سے کم ہو کر 20 فیصد، راجستھان میں 18 فیصد سے 17 فیصد اور اتر پردیش میں 29 فیصد زیر سماعت معاملوں میں سے 22 فیصد کو سزا ہوئی۔

ان اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ عدالتوں میں ان مقدمات کی متعدد سماعتوں کے بعد جب عدلیہ اس پر توجہ دیتی ہے اور ججوں کو احساس ہوتا ہے کہ اس کے پاس کافی ثبوت نہیں ہیں تو آخر کار برسہا برس تک بغیر کسی وجہ کے اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا کاٹنے کے بعد یہ لوگ رہا ہوتے ہیں۔ بہت سی ریاستوں میں پولیس اور عدلیہ کا رویہ کسی حد تک متضاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پولیس کی مجرم ثابت کرنے کی ہزاروں کوششوں کے باوجود عدالتوں کے ذریعہ ان کی رہائی ممکن ہو پاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں مجرموں کی حصہ داری بہت سی ریاستوں بشمول کرناٹک، کیرالہ اور یہاں تک کہ یوپی کے مسلمانوں کی آبادی کے تناسب سے زیادہ نہیں ہے۔ پورے ہندوستان کی سطح پر بات کریں تو مسلمان مجرموں (جن کا جرم عدالت میں ثابت ہوا) کا تناسب آبادی میں مسلمانوں کے تناسب (2011 کی مردم شاری کے مطابق مسلمانوں کی آبادی 14.2 فیصد) سے 2.5 فیصد زیادہ تھا۔

کچھ ریاستیں ایسی بھی ہیں جہاں مسلمانوں کے تئیں پولیس اور عدالت دونوں کا رویہ یکساں ہے۔ مسلم "مجرموں" کا فیصد صرف ایک ریاست، تمل ناڈو (11 فیصد) میں مسلم "انڈر ٹرائل" کے فیصد کے برابر ہے اور اوپر ذکر کیے گئے صرف تین صوبوں میں مجرموں کا فیصد زیر سماعت قیدیوں کے فیصد سے زیادہ ہیں: گجرات 25 فیصد کے مقابلے میں 31 فیصد)، مغربی بنگال (37 کے مقابلے 38 فیصد) اور بہار (15 فیصد کے مقابلے 18 فیصد)۔ جس طرح زیادہ تر ہندو اکثریتی ریاستوں میں جیل کے قیدیوں میں مسلمانوں کی نمائندگی "مجرموں" کے مقابلہ میں زیر سماعت قیدیوں کے طور پر زیادہ ہے تو دوسری طرف واحد مسلم اکثریتی ریاست جموں وکشمیر میں جیل کے قیدیوں میں ہندوؤں کی نمائندگی زیادہ ہے۔ اس ریاست میں، جہاں ہندو کل آبادی کی 28.5 فیصد نمائندگی کرتے ہیں، وہ 2014 اور 2019 کے درمیان "انڈر ٹرائلز" میں 34 سے 39.5 فیصد تھے اور مجرموں میں اس سے بھی زیادہ نمائندگی کرتے تھے، یعنی 42.6 اور 50.5 فیصد کے درمیان۔ اس ریاست میں مسلمان ریاستی آبادی کا 68.3 فیصد ہیں، ان کے "انڈر ٹرائلز" کا فیصد 60.5 فیصد اور 56 فیصد کے درمیان تھا۔ جو کہ ان کے "مجرموں" کے حصہ (43 سے 53 فیصد کے درمیان) سے بہت زیادہ تھا 53)۔ اسی طرح سے سکھ اکثریتی صوبہ پنجاب میں سکھ کل آبادی کا 58 فیصد ہیں، 2019 میں زیر سماعت قیدیوں کی شرح 51 فیصد تھی اور 2018 میں 52 فیصد تھی۔ جبکہ مسلمان وہاں کل آبادی کا 2 فیصد ہیں جبکہ جیلوں میں 5-4 فیصد ہیں۔

یہ تفصیلی اعداد و شمار بہت ہی تشویش ناک اور پریشان کن امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ملک کی ہر ریاست میں اقلیتی آبادی کی نمائندگی جیلوں میں زیادہ ہے، جب کہ اکثریتی آبادی کی نمائندگی کم ہے۔ یہ پولیس کی فرقہ وارانہ ذہنیت کا واضح اشارہ ہے جو حکمران جماعت کے نظریے سے قطع نظر ہمیشہ غالب رہتی ہے۔

اس صورت حال کو درست کرنے کا ایک واحد طریقہ یہ ہے کہ اقلیتی برادریوں کو پولیس اہلکاروں کی بھرتی میں مناسب نمائندگی دی جائے اور پولیس میں ان کی تعداد بڑھائی جائے۔ خاص کر پولیس کے اعلیٰ عہدوں پر اقلیتوں کی نمائندگی بڑھانے پر غور کیا جائے۔ درحقیقت جموں وکشمیر کو چھوڑ کر دیگر تمام ریاستوں میں آئی پی ایس افسران میں مسلمانوں کی نمائندگی بہت کم ہے۔

گجرات میں نان ویج اشیاء خوردنی کی فروخت پر پابندی کے خلاف عدالتی کارروائی

گجرات کے کئی شہروں میں حکومت کی جانب سے نان ویج (گوشت والے کھانوں) کی کھلے عام فروخت کے خلاف مہم شروع کی گئی تھی۔ تاہم عدالت نے بی جے پی کے اس فیصلے پر ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے ایسا نہ کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اس مسئلہ پر گجرات ہائی کورٹ کا کہنا ہے کہ کسی بھی انتظامیہ کو یہ فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ عوام کو کس طرح کا کھانا کھانے کی اجازت ہے اور کس طرح کا کھانا ممنوع ہے۔ عدالت نے اس سے متعلق ایک کیس کی سماعت کرتے ہوئے کہا: "آپ یہ فیصلہ کیسے کر سکتے ہیں کہ مجھے کیا کھانا ہے؟"

گجرات میں گزشتہ 25 برسوں سے سخت گیر ہندو نظریات کی حامل جماعت بی جے پی کی حکومت ہے اور شہری بلدیہ پر بھی اسی کا کنٹرول ہے، کئی شہروں کے کونسلر اور رہنما کھل کر نان ویج فوڈ کی فروخت پر پابندی کا مطالبہ کرتے رہے ہیں۔ تازہ معاملہ یہ ہے کہ بی جے پی نے ریاست کے متعدد شہروں میں باہر ٹھیلوں پر انڈے، کباب یا چکن اور گوشت پر مشتمل کسی بھی کھانے کی چیز کی کھلے میں فروخت کی یہ کہہ کر مخالفت شروع کی ہے کہ اس سے ہندوؤں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں، احمد آباد کی مقامی بلدیہ نے تو کسی بھی مذہبی مقام سے سو میٹر کے فاصلے تک نان ویج اشیا کی فروخت پر مکمل پابندی عائد کرنے کا اعلان کر رکھا ہے۔ اسی دوران راج کوٹ کے میئر نے اپنے ایک متنازعہ بیان میں کہہ دیا کہ نان ویجیٹیرین کھانے کی فروخت سے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ہی ریاست کے مختلف شہروں میں بلدیہ کے حکام نے انڈا، چکن یا کباب فروخت کرنے والے درجنوں ہاکرز کے ٹھیلوں اور ان کی تمام اشیا کو ضبط کر لیا تھا۔ ایسے متاثرہ افراد نے عدالت سے مشترکہ طور پر رجوع کیا اور استدعا کی کہ ٹھیلوں سمیت ضبط کی گئی ان کی تمام اشیا واپس کی جائیں اور انہیں اپنی روزی روٹی کمانے کا موقع دیا جائے۔ اس درخواست میں نان ویجیٹیرین فوڈ سے متعلق بی جے پی رہنماؤں کے بیانات کو بھی شامل کیا گیا تھا۔ اس کیس کی سماعت کے دوران ہائی کورٹ نے مقامی انتظامیہ اور اس میں ملوث اداروں کی سرزنش کی اور کہا کہ جن افراد کا ساز و سامان ضبط کیا گیا ہے اسے فوراً واپس کیا جائے اور کھانے پر اس طرح کی پابندی سے گریز کیا جائے۔ جمعرات کے روز کیس کی سماعت کے دوران گجرات ہائی کورٹ نے احمد آباد کی میونسپل کارپوریشن پر سخت نکتہ چینی کی اور اسے ہدایت دی کہ اگر درخواست دہندگان اپنے سامان کی واپسی کے لیے ان سے رجوع کریں تو جتنی جلد ممکن ہو اس پر غور کیا جائے۔ سماعت کے دوران جج بائرن وشنو نے کہا: "آخر اس سے میونسپل کارپوریشن کا نقصان کیا ہے؟" حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے جج نے کہا: "آپ کو پریشانی کیا ہے؟ اگر آپ کو نان ویج کھانا نہیں پسند ہے تو یہ آپ کا مسئلہ ہے، آپ یہ فیصلہ کیسے کر سکتے ہیں ہمیں باہر کیا کھانا ہے؟" جج نے حکومت کی مزید سرزنش کرتے ہوئے کہا: "کل آپ یہ فیصلہ کرنے لگیں گے کہ گھر کے باہر ہم کیا کھا سکتے ہیں؟ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ میں گنے کا رس نہ پیوں کیونکہ اس سے ذیابیطس کا مرض ہوتا ہے، یا پھر کافی نہیں بیچی جانی چاہئے کیونکہ یہ صحت کے لیے مضر ہے۔ عدالت نے بلدیہ کو بھی تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ سیاسی دباؤ میں آ کر اس طرح کی کارروائیوں سے باز رہے۔ جج نے کہا: "چونکہ برسر اقتدار پارٹی کہتی ہے کہ اسے انڈے کھانا پسند نہیں ہے تو کیا آپ انڈا فروخت کرنے والوں کو روک دینا چاہتے ہیں؟ آپ انہیں اٹھا کر لے جائیں گے؟ آخر آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟"

عدالت نے دوپہر کے بعد احمد آباد کی میونسپل کارپوریشن کے وکیل کو طلب کیا۔ بلدیہ کے وکیل نے پھر یہ موقف اختیار کیا کہ انتظامیہ نے نان ویج کے تمام ہاکرز یا ٹھیلوں کے خلاف کارروائی کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ اس کا مقصد انکروچمنٹ (تجاوزات) پر قابو پانا ہے۔ سرکاری وکیل کا کہنا تھا کہ سڑکوں پر ایسی تجاوزات، جو ٹریفک میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں، یا پیدل چلنے والوں کے لیے رکاوٹ کھڑی کرتی ہیں ایسے دکان داروں کو ہٹانا ہے۔ اس پر جج نے کہا کہ تجاوزات کے خلاف کارروائی کا آپ کو اختیار ہے لیکن ضبط کرنے کی یہ کارروائی صرف اس لیے نہیں ہونی چاہئے کہ آج صبح آپ سے کوئی صرف یہ کہہ دے کہ ہمیں یہ نہیں چاہئے اور آپ اس کے خلاف تیار ہو جائیں۔

سڑکوں سے نان ویجیٹیرین کھانے کی گاڑیوں کو ہٹانے کے مطالبات زیادہ تر گجرات کے مختلف شہروں میں بی جے پی کے مقامی رہنماؤں کی جانب سے آئے ہیں۔ تاہم ریاستی حکومت کا کہنا ہے کہ اسے لوگوں کی مختلف کھانے کی عادات سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس کی جانب سے کہا گیا ہے کہ کچھ لوگ، "سبزی والے کھانے کھاتے ہیں، جبکہ کچھ لوگ نان ویجیٹیرین فوڈ استعمال کرتے ہیں۔ بی جے پی حکومت کو اس سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ سڑک سے مخصوص گاڑیوں کو ہٹانے کا مطالبہ ضرور کیا گیا ہے۔

احمد آباد کے ایک مقامی صحافی نے بتایا کہ ریاست گجرات میں تقریباً 70 فیصد لوگ نان ویج فوڈ کا استعمال کرتے ہیں۔ اس میں ایک بڑی تعداد ہندوؤں کی ہے اور چونکہ وہ گھر میں گوشت یا انڈا پکا نہیں سکتے اس لیے باہر ہی کھاتے ہیں۔ ان کے مطابق عوام کی بڑی تعداد نان ویج کھانے پر پابندی کی مخالف ہے، تاہم مقامی بی جے پی رہنما اپنے سیاسی مفاد کی خاطر سخت گیر ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے ایسا مطالبہ کرتے رہتے ہیں۔ (بحوالہ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

Scanned with CamScanner

اٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں!

پروفیسر مشتاق احمد

انسانی معاشرے میں روز اول سے ہی تعلیم کی غیر معمولی اہمیت وافادیت مسلم رہی ہے اور بدلتے وقت کے ساتھ تعلیمی شعبے میں بھی انقلابات رونما ہوتے رہے ہیں۔غرض کہ تغیر زمانہ کے ساتھ تعلیم میں بھی تبدیل ہوتی رہی ہے اور جن لوگوں نے عصری تقاضوں کے مطابق تعلیم حاصل کیں وہ کامیاب وکامران ثابت ہوئے اور جو لکیر کے فقیر بنے رہے وہ تعلیم یافتہ ہوکر بھی زمانے کے ساتھ نہیں چل سکے۔ جہاں تک مسلم معاشرے کا سوال ہے تو عہد قدیم میں علم وحکمت کا کوئی ایسا شعبہ نہیں، جس پر مسلمانوں کا دبدبہ نہ رہا ہو لیکن پندرہویں صدی کے بعد اچانک مسلم معاشرے میں ایک جمود سا طاری ہو جاتا ہے اور وہ جدید علوم وفنون سے دور ہوتا نظر آتا ہے۔خواہ وہ دورِ مغلیہ ہو کہ دور انگریزی حکومت، مسلم معاشرے میں جدید علوم وفنون کے چراغ ماند پڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔البتہ ہمارے مذہبی علماء کی بدولت دینی تعلیم کا سلسلہ جاری وساری نظر آتا ہے مگر وہ بھی ایک خاص علاقے اور خاص خطے تک محدود رہتا ہے۔

اٹھارہویں صدی کے آغاز کے ساتھ برِ صغیر میں سیاسی طوفان برپا ہوتا ہے اور 1857ء کے بعد جو حالات پیدا ہوئے وہ ہماری تاریخ کا پرآشوب زمانہ ثابت ہوا ہے۔ظاہر ہے کہ ایسے نازک حالات میں جان بچانے کی فکر لاحق رہتی ہے اور اس کسمپرسی میں مذہبی اور روایتی تعلیم کا سرا بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔یہ تو سرسید تحریک کی دین ہے کہ پھر حالات سنبھلنے لگتے ہیں اور سرسید احمد جیسے دوراندیش رہنمائے قوم کی بدولت عصری تعلیم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

پھر تقسیم وطن کے بعد جو حالات رونما ہوتے ہیں وہ بھی مسلم معاشرے کیلئے مضر ثابت ہوتے ہیں اور آزادی کے بعد فرقہ وارانہ فسادات در فسادات کا سلسلہ ایک عجیب خوف وہراس کے ماحول میں زندگی بسر کرنے پر مجبور کردیتا ہے۔شاید یہی وجہ رہی کہ آزادی کے 74 برسوں بعد تک وطن عزیز ہندوستان کے مسلمان دلت سے بھی بدترین صورتحال کے شکار ہوگئے۔

سرکاری اعداد وشمار جو کبھی بھی صد فیصد حقیقت پر مبنی نہیں ہوتے ان اعداد وشمار نے بھی ہماری پستی کا لیکھا جوکھا پیش کر کے ہماری بدحالی کو ہمارا مقدر سمجھا پھر 90 کی دہائی کے بعد ملک میں جو فضا تیار ہوئی اس نے بھی مسلم معاشرے کو کم نقصان نہیں پہنچایا ہے۔لیکن باوجود اس کے حالیہ دہائی میں قوم وملت کے چند بہی خواہوں نے حالات سے مایوس نہ ہونے کی تلقین کرتے ہوئے اسی ماحول میں جینے کیلئے نئی راہ وجود میں لانے کا راستہ ہموار کیا۔بالخصوص قوم کے نونہالوں کو عصری تعلیم کی طرف متوجہ کیا اور معیاری تعلیم کی بدولت مختلف زمرے کے مقابلہ جاتی امتحانات میں مسلم طبقے کی شرح نمائندگی میں آہستہ آہستہ ہی سہی، مگر اضافہ ضرور ہو رہا ہے۔

اس میں بھی شمالی ہندوستان سے بہتر ماحول جنوبی ہند کا ہے جہاں اسکولی تعلیم سے لے کر میڈیکل وانجینئرنگ تک کی تعلیم میں مسلم طلباء کے داخلہ اور کامیابی کی شرح میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے جنوبی ہند کی ریاستوں میں مسلم معاشرے میں اقلیتی اداروں کے تئیں سنجیدگی بڑھی ہے اور نتیجہ ہے کہ اسکول وکالج سے لے کر پیشہ وارانہ تعلیم کے مراکز قائم کئے گئے ۔ جب کہ شمالی ہند میں اس طرف توجہ کم ہوئی ہے اور آج بھی اس کی اشد ضرورت ہے کہ شمالی ہند کے اتر پردیش وبہار میں مسلمانوں کی کثیر آبادی ہے۔

مغربی بنگال میں بھی مسلمانوں کی آبادی اچھی خاصی ہے مگر وہاں بھی آبادی کے تناسب میں تعلیمی ادارے نہیں ہیں۔ یہ خوش آئند بات ہے کہ اب مغربی بنگال میں بھی کئی رضاکار تنظیموں اور انجمنوں نے مسلم طبقے میں عصری تعلیم کو فروغ دینے کا ذمہ اپنے سر لیا ہے اور انہیں کامیابی بھی مل رہی ہے۔حال کے دنوں میں مغربی بنگال کے مقابلہ جاتی امتحانات کے نتائج میں کامیاب مسلم امیدواروں کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔صوبہ بہار میں ایک طرف محکمہ اقلیتی فلاح وبہبود حکومت بہار کے ایڈیشنل چیف سکریٹری جناب عامر سبحانی کی دوراندیشی کی بدولت ایک دہائی سے حج بھون میں مختلف زمرے کے مقابلہ جاتی امتحانات کی مفت رہائشی کوچنگ کا اہتمام ہے جہاں سے ایک نئی روشنی کا آغاز ہوا ہے یہاں ہر سال ریاستی ملک پبلک سروس کمیشن اور یو پی ایس سی کے امتحانات میں ریاست بہار کے مسلم امیدواروں کو خاطر خواہ کامیابی مل رہی ہے۔تو دوسری رحمانی 30 کی بدولت انجینئرنگ اور میڈیکل میں کامیاب مسلم امیدواروں کی شرح میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور پوری ریاست میں ایک نئی فضا قائم ہو رہی ہے۔

واضح ہو کہ مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مرحوم نے 2008ء میں رحمانی 30 قائم کی تھی اور اس میں قومی سطح پر جانچ کی بنیاد پر ایسے طلباء کیلئے مفت کوچنگ کا آغاز کیا جو معاشی طور پر کمزور گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ان کی دوراندیشی اور دانشوری کے ساتھ ساتھ ان کی دعاؤں کا اثر ہے کہ آج رحمانی۔30 کی بدولت سینکڑوں مسلم طلباء آئی آئی ٹی اور میڈیکل کالجوں میں داخلہ لے کر اپنا مستقبل روشن کرنے کے ساتھ ساتھ قوم وملت کی شناخت کو استحکام بخش رہے ہیں۔امسال رحمانی۔ 30 کا قابل فخر نتیجہ سامنے آیا کہ آل انڈیا 19ویں رینک حاصل کرنے والے محمد ضیاء بلال نے 720 نمبر کے امتحان میں 715 نمبر حاصل کیا اور ریاست بہار کے کامیاب امیدواروں میں اول رہے ہیں۔اس کے ساتھ ہی رحمانی۔30 کے چالیس سے زیادہ امیدواروں نے بھی اچھی کامیابی حاصل کی ہے۔گذشتہ کئی برسوں سے رحمانی۔30 کے طلباء انجینئرنگ اور میڈیکل کے مقابلہ جاتی امتحانوں میں قومی سطح پر اپنی کامیابی کا پرچم لہرا رہے ہیں۔حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ دیگر مقابلہ جاتی امتحانات کیلئے بھی مفت کوچنگ کے مراکز قائم کرنے کے خواہاں تھے،ان کے لائق وفائق صاحبزادہ موجودہ امیر شریعت بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ مولانا احمد ولی فیصل رحمانی اور محمد فہد رحمانی نے ان کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ مولانا احمد ولی فیصل رحمانی ایک مذہبی اسکالر کے ساتھ ساتھ جدید تکنیکی تعلیم بالخصوص کمپیوٹر سائنس کے ماہر ہیں اور عصری تعلیم کی اہمیت وافادیت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ وہ مغربی دنیا کو بھی دیکھ چکے ہیں اور مشرقی علوم وفنون کی تاریخ سے بھی خوب آگاہ ہیں۔مجھے امید ہے کہ ان کی قیادت میں نہ صرف رحمانی۔30 بلکہ حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ کے قائم کردہ تمام ادارے پھلتے پھولتے رہیں گے اور اس کی وسعت اور معیار ووقار میں مزید اضافہ ہوگا۔

جنوبی ہند میں مہاراشٹرا اور کرناٹک میں بھی کئی رضاکار تنظیموں اور انجمن کے زیر اہتمام اس طرح کے مقابلہ جاتی امتحانات کی کوچنگ کرائی جاتی ہے اور وہاں سے بھی بڑی تعداد میں اقلیت طبقے کے طلباء کامیاب ہو رہے ہیں۔الامین اور شاہین گروپ بھی اس شعبے میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں اور زکوۃ فاؤنڈیشن وجامعہ ملیہ اسلامیہ کے ساتھ جامعہ ہمدرد کوچنگ نے بھی معیاری تعلیم کے ذریعہ بھی ہمارے طلباء مختلف زمرے کے امتحانات میں اپنی کامیابی یقینی بناسکتے ہیں اور یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ مقابلہ جاتی امتحانات اب بھی قدرے صاف وشفاف ماحول میں ہو رہے ہیں اور اپنی صلاحیت کی بنیاد پر طلباء مقام حاصل کر رہے ہیں۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک کے دور دراز کے علاقوں بھی اسی طرح کے کوچنگ مراکز قائم کئے جائیں اور معیاری تعلیم کیلئے اسکول وکالج بھی کھولے جائیں تاکہ ملک کی ایک بڑی اقلیت تعلیمی شعبے میں اپنی شناخت قائم کر سکے اور ہمارے طلباء مختلف زمرے کے امتحانات میں کامیابی حاصل کر کے ملک وقوم کی خدمت کر سکیں۔

اٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں
نفس سوختہ شام وسحر تازہ کریں

بقیہ۔۔۔سوشل میڈیا کا غلط استعمال ...(۵)ہر قسم کے جرائم میں بے تحاشہ اضافہ ہوا ہے۔جس کا ڈاٹا جمع کرنے کی ضرورت ہے(۶) سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی بے لگام آزادی پر حکومت کنٹرول نہیں کر پا رہی ہے کیونکہ عوام سمجھتی ہے کہ خود حکومت ظلم کے ہتھیار سے لیس ہوکر برسراقتدار آئی ہے اس لئے انٹرنیٹ کو لے کر اس کے جائز مطالبات اور انسانی فلاح کے کام بھی عوام کی نظر میں اہمیت نہیں رکھتے (۷) انسان انسان کی صورت سے بیزار اور سوشل میڈیا کا بے دام غلام بن چکا ہے۔(۸) یہ غلامی امریکہ اور مغربی ممالک کی دین ہے۔اور اس غلامی کا Ratio ترقی پذیر تماشائی ممالک میں زیادہ ہے۔مذکورہ نقصانات سے بچنے کے لئے کوشش کریں کہ (۱) سوشل میڈیا کا استعمال کم کیا جائے بلکہ کم سے کم وقت سوشل میڈیا کو دیں (۲) اپنے مقصد زندگی کو یاد رکھتے ہوئے اپنی زندگی کے قیمتی ترین وقت کو محفوظ کرنے اور مثبت کام میں لگانے کی سعی کریں (۳) انسان سماجی جانور ہے، اسلئے سماج میں رہنے، ایک دوسرے کا دکھ قریب پہنچ کر ملاقات کے ذریعہ جاننے اور ان کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کے اقدامات کئے جائیں۔غیر مرد اور غیر عورت کا تصور گناہ سمجھا جائے اور گناہ کرنے پر حکومت اور خدا کی طرف سے ملنے والی سزاؤں کا استحضار ہو (۴) انسان جرائم سے بچے۔شرافت انسانی مزاج اور انسانی سماج کی ضرورت ہے۔
(۵) اچھی حکومتوں کو برسراقتدار لانا عوام کا فریضہ ہے۔ایسی حکومتیں جو انسانوں کا مسیحا بن کر حکومت کریں۔ اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کو عوام اپنا فریضہ سمجھیں۔ایسی حکومتیں ہی انسانوں کے حق میں بہتر اقدامات کرسکتی ہیں۔اگر حکومتیں سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر پوری پابندی عائد کردیں تب بھی عوام کو یقین ہوگا کہ یہ ہمارے حق میں بہتر ہے، اگر ان چند بنیادی باتوں کو پیش نظر رکھ کر سوشل میڈیا کا استعمال ہو تو انسان بہت سی لایعنی حرکتوں سے محفوظ رہے گا اور اس کے مفید اثرات سامنے آئیں گے۔

اصحاب قلم سے گذارش

ہفتہ وار نقیب میں آپ ہر ہفتہ ملک کے بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں، ہم ارباب قلم اور اصحاب فکر ونظر کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی مسائل اور ان کے حل پر اپنی گرانقدر اور جامع تحریر ارسال فرمائیں، ان شاء اللہ ہم اس کو نقیب کے صفحات میں جگہ دیں گے، واضح ہو کہ غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔(رضوان احمد ندوی)

Scanned with CamScanner

بزرگوں سے بے اعتنائی؛ عہد حاضر کا المیہ

عارف عزیز بھوپال

دنیا کے لئے آج ایک سنگین مسئلہ روز افزوں ضعیف العمر لوگوں کو سنبھالنے کا ہے، ایک اندازہ کے مطابق براعظم یوروپ، امریکہ اور ایشیا میں پچاس سے زائد عمر کے افراد کا تناسب تقریباً پچاس فیصد ہے جبکہ دوسرا سروے بتاتا ہے کہ پانچ سال بعد دنیا میں بوڑھوں کی آبادی پانچ سالہ بچوں سے زیادہ ہوگی، انسانی تاریخ میں یہ پہلی مرتبہ ہورہا ہے، بہتر معیارِ زندگی، طبی سہولتوں میں بہتری اور روز افزوں معیشت کے سبب عمر کی شرح میں یہ ترقی درج ہورہی ہے، جس کو مثبت نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ آج بڑھتی عمر کو منفی طور پر دیکھنے کا رجحان ترقی کررہا ہے، خاص طور پر نئی نسل اپنے بزرگوں، بوڑھوں اور معمروں کے ساتھ ایک قسم کا امتیازی سلوک کرنے لگی ہے، جس کی وجہ سے وہ خود کو تنہا محسوس کررہے ہیں، بزرگوں میں اس رجحان کے خاتمہ کے لئے ان کی دیکھ ریکھ یا باز آباد کاری پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ ۲۱ ویں صدی کے بڑھنے کے ساتھ معمر لوگوں کی خبر گیری کا مسئلہ مزید شدت اختیار کرسکتا ہے۔

دنیا کا قاعدہ یہ ہے کہ چاول جب پرانا ہوجاتا ہے تو اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے لیکن موجودہ معاشرہ میں انسان کے بوڑھے ہوجانے پر اس کی قدر و قیمت میں کمی آجاتی ہے، یہ رجحان سماج کے جس تیزھے پن کی نشاندہی کرتا ہے اس پر بوڑھوں کی نگہداشت کے ایک رضاکار ادارے کے جائزے میں روشنی ڈالی گئی ہے، بعض گھروں میں تو جائزہ لینے والوں کو بڑے بوڑھوں سے ملنے کے لئے طرح طرح کے بہانے گڑھنا پڑے، اس لئے کہ نوجوانوں کو اندیشہ تھا کہ کہیں ان کے بزرگ اپنا دکھڑا رونے نہ بیٹھ جائیں۔ تیزی سے انحطاط پذیر مشرقی معاشرہ کے بارے میں یہ رپورٹیں بتاتی ہیں کہ ہمارے بزرگ شہری، سماجی اور جذباتی رشتوں کے لئے بے چین رہتے ہیں، زندگی کی آخری دہلیز پر ان کے اپنے، ان سے دور ہوتے جارہے ہیں، جن کے احساسات کا کسی کو لحاظ نہیں ہے، وہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد نہیں تو کم از کم پوتے یا نواسے ان کی گود میں کھیلیں، ان کی معقول دیکھ بھال نہیں تو کم از کم وہ اپنے قرابت داروں کے استحصال سے محفوظ رہیں، ان کی جائیدادوں کا تحفظ ہو اور ملنے والی مالی امداد اعزاء کے ذریعہ خرد برد ہونے سے بچ جائے۔

یہ انکشافات انتہائی تشویشناک ہیں اور اس رجحان کا سبب یہ ہے کہ نوجوانوں میں صنعت وحرفت اور سائنس وٹکنالوجی کی ترقی کے ساتھ مادیت پرستی پر مبنی خودغرضی پیدا ہوگئی ہے وہ بزرگوں کے احسان بھلا کر انہیں اپنی آزادی کی راہ میں رکاوٹ اور اپنے وسائل پر ایک طرح سے بار سمجھنے لگے ہیں۔ پرانی قدروں کی طرح وہ بوڑھے لوگوں سے بیزار ہوتے جارہے ہیں۔ مشترکہ خاندان منتشر ہوگئے ہیں اور روزگار کی تلاش اور سفر کی سہولت نے خاندان کے افراد کو ایک دوسرے سے دور پہونچادیا ہے یہ سہولت قربت کا باعث بن سکتی ہے مگر دور رہنے کی وجہ سے بے اعتنائی بھی بڑھ جاتی ہے۔

ایک طرف اولاد میں آزادی کا احساس بڑھ رہا ہے تو دوسری طرف بزرگوں میں تنہائی اور محرومی بلکہ محتاجی کا احساس پایا جاتا ہے وہ جدید سوسائٹی میں خود کو غیر موزوں محسوس کرتے ہیں۔ اپنی پسند کا کام نہ ملنے سے اپنے وجود کو بیکار سمجھتے ہیں۔ جن لوگوں کی کوئی آمدنی نہیں ہوتی یا بہت کم آمدنی ہوتی ہے وہ معمولی ضرورتوں کے لئے دوسروں کے دستِ نگر ہوجاتے ہیں اور بعض اوقات اچھی آمدنی والے اور صاحب جائداد بزرگ بھی مجبوری اور محروم کے احساس کا شکار ہوجاتے ہیں، ضرورتمند بزرگوں کے لئے حکومت نے ماہانہ پنشن مقرر کررکھی ہے جو قیمتوں کی سطح کو دیکھتے ہوئے محض برائے نام اور ایک وقت کی چٹنی روٹی کے لئے بھی ناکافی ہے جبکہ بوڑھاپے میں دواء علاج اور بعض دوسری ضرورتیں پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہیں، مغربی ملکوں میں بوڑھوں کے لئے سرکاری ہوسٹل یا ہوم قائم ہیں جہاں ان کے جسمانی آرام کا بندوبست ہوتا ہے لیکن اس طرح ذہنی اور جذباتی سکون فراہم نہیں ہوسکتا ہندوستان جیسے مشرقی ملکوں میں جہاں ابھی تک مشین انسانیت کے حس کو ختم نہیں کرسکی ہیں۔ جسمانی آرام کے ساتھ ساتھ بلکہ شاید اس سے زیادہ ذہنی اور جذباتی سکون کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔

مشرقی ملکوں کے وسائل محدود اور مسائل لامحدود ہونے کی وجہ سے حکومت وہ کچھ نہیں کرسکتی جو امریکہ، برطانیہ اور کناڈا جیسے ترقی یافتہ ملکوں میں بزرگوں کیلئے ہورہا ہے۔ پھر بھی سردست جتنا کچھ کیا جاسکتا ہے اتنا بھی آج نہ ہونا افسوسناک ہے۔ مرکزی حکومت نے ۲۰۰۶ء میں بزرگوں کے تحفظ کا ایک قانون بنایا تھا، اس کے بعد بھی بزرگوں کی حالت میں کسی طرح کی تبدیلی اس لئے نظر نہیں آئی کہ قانون سے یہ مسائل حل نہیں ہوتے۔ اس کے لئے چھوٹوں کے دلوں میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہونا ضروری ہے۔ رضاکار ادارے ضرور کسی حد تک اشک سوئی کا کام کرسکتے ہیں۔ یاد رہے کہ بزرگوں کی خدمت ہندوستان کی تہذیبی روایات کی ایک نمایاں خصوصیت ہے اور نئے سماج کو یہ پرانی خصوصیت برقرار رکھنا چاہئے۔ حکومت پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس بارے میں مزید غور وفکر کرکے ایک قومی پالیسی تیار کرے کیونکہ آزادی کے ۷۴ برس گزر جانے کے باوجود آج تک ایسی کوئی موثر پالیسی کا نہ ہونا افسوسناک ہے۔

بقیات

بقیہ صفحہ اول

صفوان بن امیہ سے یوم حنین کے موقع پر بنی قینقاع کے یہود اور خزاعہ کے ایک فرد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعانت طلب کرنا، احادیث وسیر میں مذکور ہے، اسی بنیاد پر احناف اور شوافع کے یہاں اس کے جواز کا قول منقول ہے، اور مالکیہ میں ابن عبداللہ اور حنابلہ کی رائے اس کے مطابق ہے۔ تاریخ کا یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ مدینہ ہجرت کے بعد آپ نے یہودیوں سے معاہدہ کیا اور نبوت سے قبل کی جانے والی حلف الفضول میں اپنی شرکت پر نہ صرف اطمینان کا اظہار کیا بلکہ فرمایا کہ اگر آج بھی مجھے اس قسم کے معاہدہ کے لئے بلایا جائے تو میں اس کے لئے راضی ہوں، اس قسم کے واقعات ہمیں بتاتے ہیں کہ مصالح کے پیش نظر آج بھی اس قسم کے معاہدے کئے جاسکتے ہیں۔

تعلقات کی استواری اور مدارات ومواسات میں ہدیہ کے لین دین کی بھی اپنی اہمیت ہے، اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے "تہادو وتحابو" کہا گیا ہے، اس سلسلے میں اسلام میں اتنی وسعت ہے کہ ہدایے دئے بھی جاسکتے ہیں اور قبول بھی کئے جاسکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک ایلاء کا ہدیہ قبول کیا اور اس چادر کو زیب تن کیا، اسی طرح دومۃ الجندل میں خیمہ کا ہدیہ قبول کیا اور اس نے باندی کا ہدیہ دیا تو اسے بھی قبول کرکے اس کی عزت افزائی کی، حسن سلوک ہی کے طور پر اسلام نے اس بات پر زور دیا کہ غیر مسلم مہمانوں کا اکرام بھی کیا جائے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارے میں عمل غیر معمولی تھا، وہ واقعہ تو تاریخ کا سبھی کو یاد ہے کہ ایک غیر مسلم آپ کے یہاں مہمان ہوا، آپ نے ضیافت کا غیر معمولی اہتمام فرمایا، کھانا بھی اس نے بھرپور کھایا اور بستر کو گندہ کردیا، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اسے دھویا، اسی اثناء میں وہ اپنی بھولی ہوئی تلوار لینے آیا تو بھی آپ نے کچھ نہیں فرمایا اور اسے شرمندگی سے بچالیا، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اکرام ضیوف کا کتنا خیال تھا۔

غیر مسلموں کے ساتھ اس قسم کا سلوک انہیں مسلمانوں سے قریب کرے گا، انکی تالیف قلب ہوگی، جس سے دفع ضرر بھی ہوگا، اور دین کا قبول کرنا بھی ان کے لئے آسان تر ہوجائے گا، شریعت چاہتی ہے کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے آپسی تعلقات کو بڑھایا جائے اور دنیاوی مفاد اور مال ودولت کے حصول سے بے نیاز ہوکر محض دینی بنیادوں پر اسے تقویت دی جائے۔ فقہاء نے ان مقاصد کو شرط کے طور پر ذکر کیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مداراۃ ومواساۃ کے قبیل کے ان کاموں کا لازمی نتیجہ وہی ہوگا، جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔

ایک مسئلہ سیاسی شرکت کا بھی ہے، حکومتیں اب جمہوری انداز میں تشکیل پارہی ہیں، ان حکومتوں کا مزاج یقیناً غیر اسلامی ہے، چاہے ملوکیت ہو یا جمہوریت، دونوں حکومت الٰہیہ کی فکر اسلامی سے متصادم ہیں، اور یقینی طور پر وہاں اللہ کی حاکمیت کا تصور ہر سطح پر ناپید ہے، ایسے میں کیا مسلمانوں کے لئے یہ جائز ہوگا کہ وہ اس طاغوتی نظام کے دست وبازو بنیں۔

اس سلسلے میں ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری نمائندگی جس قدر عوامی اداروں میں بڑھے گی، امکانات اس بات کے قوی سے قوی تر ہوں گے کہ ہم حکومت میں اپنی باتیں منواسکیں اور سارا کچھ تو نہیں بہت کچھ منظور کروالیں، ہندوستان میں مسلم پرسنل لا کی بقا کی ایک وجہ یہ بھی ہے، نفقہ مطلقہ کی دستوری لڑائی میں ہماری کامیابی کا راز بھی یہی ہے، پارلیامنٹ میں ہمارے ایسے نمائندے موجود تھے، جنہوں نے ہماری بھرپور وکالت کی اور باہر میں ہم نے عوامی دباؤ بنایا اور حکومت کو اس کے آگے گھٹنے ٹیکنے پڑے۔

پس اس معاملہ میں ہمیں قواعد فقہیہ "الضرر یزال، الضرورات تبیح المحظورات، المشقة تجلیب التیسیر" وغیرہ کو سامنے رکھنا چاہئے اور ہمارے نمائندوں کو استطاعت بھرپوری قوت کے ساتھ ایوان نمائندگان میں ان صالح قدروں کی ترویج وبقا کے لئے کوشش کرنی چاہئے جو اسلام کو مطلوب ہیں، اس سلسلے میں اسلام نے جو یسر کا فلسفہ پیش کیا ہے اور تشدید وتغلیظ سے اجتناب کی تلقین کی ہے اس سے ہماری اس رائے کو تقویت ملتی ہے۔ نصوص کی حد تک دیکھیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کا وزیر خزانہ بننا بلکہ اس کا مطالبہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ غیر مسلم حکومت میں ضرورت کی وجہ سے عہدے بھی قبول کیے جاسکتے ہیں۔ فقہاء نے بعض حالات میں منصب قضا کے قبول کرنے کی بھی اجازت دی ہے تاکہ ظلم وشرک وعدوان سے عوام الناس کو بچایا جاسکے۔ یہ دراصل اھون البلیتین کو قبول کرنے کے مترادف ہے اور بڑے ضرر وشر کے مقابلے چھوٹے ضرر کو قبول کرنے کا فطری اور فقہی عمل ہے۔

مسلمانوں کے اس قسم کے معاملات کی بنیاد نہ تو تقیہ ہے اور نہ منافقت، بلکہ یہ سب اسلام کی ان تعلیمات کا حصہ ہیں جو اکرام واحترام آدمیت کے ذیل میں آتے ہیں اور جن کے بغیر مذہب اور عمرانیت کی گاڑی آگے نہیں بڑھ سکتی۔ لیکن ہماری اس تحریر کا مطلب قطعا یہ نہیں ہے کہ جو قومیں مسلمانوں سے متحارب ہیں اور جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کا کوئی موقع ضائع نہیں ہونے دینا چاہتے، ان کے ساتھ بھی یہی سب سلوک کیا جائے، دنیا کی تاریخ میں ہر دور اور ہر مذہب میں ایسے لوگوں کا معاملہ جدا رہا ہے، جو متحارب رہے ہیں۔

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم سے تعلقات کی ایک خاص قسم جسے موالاۃ کہتے ہیں وہ جائز نہیں ہے، موالاۃ کے مختلف معنی مفسرین نے لکھے ہیں، ان میں ایک معنی یہ بھی ہے مسلمان اپنے اس تعلق میں غیر مسلم کے کفر اور اعمال کفریہ سے راضی نہ ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر کی تصویب بھی کفر ہے اور کفر سے راضی رہنا بھی کفر کے مترادف ہے۔

ان ابحاث کا حاصل یہ ہے کہ غیر مسلموں کی مدد مسلمانوں کے مقابل کرنا اور ان سے ایسا تعلق قائم کرنا جس سے مسلمانوں کے ملی راز ان تک پہونچ جائے اور ملی کاز کے لئے نقصان دہ ہو، مطلقا درست نہیں ہے۔

لیکن جو محارب نہیں ہیں، بچے بوڑھے اور عورتیں ان کو نقصان نہ پہونچایا جائے۔ یہ انسانیت کے خلاف ہے کہ جو آپ سے نہیں لڑ رہا ہے اور خاموشی سے گوشہ نشیں ہے اس کو قتل کردیا جائے، کیونکہ انسان کا خون معصوم ہے اسے دفع ضرر اور رفع شر کے علاوہ نہیں بہایا جاسکتا۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۳۱/۹۴۲/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ کربلا ٹینک روڈ رانچی)

ریحانہ خاتون بنت عبدالجبار انصاری مقام کوٹا ڈاک خانہ سپارم تھانہ نگڑی ضلع رانچی، جھارکھنڈ۔ فریق اول

بنام

اسرار احمد ولد علی بخش ساکن اسلام نگر پتھل کدوا ڈاک خانہ چرچ روڈ تھانہ لوربازار ضلع رانچی، جھارکھنڈ۔ فریق ثانی

اطلاع بنام فریق ثانی

معاملہ ہٰذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ رانچی میں عرصہ چار سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور نان ونفقہ نیز دیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کی درخواست داخل کیا ہے۔ لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور تاریخ سماعت ۴ر جمادی الاخرہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۸ر جنوری ۲۰۲۲ء روز سنیچر کو خود مع گواہان وثبوت بوقت نو بجے دن دارالقضاء امارت شرعیہ کربلا ٹینک روڈ رانچی میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں، واضح ہو کہ عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

طب وصحت

ہیموگلوبین کی کمی دور کرنے کے طریقے

سعدیہ اویس

خون میں مختلف قسم کے خلیات ہوتے ہیں۔ان خلیوں میں مدافعتی خلیات اور سرخ خون کے خلیات (آر بی سی) شامل ہیں۔آر بی سی آپ کے پھیپھڑوں سے آپ کے باقی جسم تک آکسیجن لے جانے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کو پھیپھڑوں میں واپس لے جانے کے ذمہ دار ہیں۔ وہ ہیموگلوبن نامی خصوصی پروٹین کا استعمال کرتے ہوئے آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کو تھام لیتے ہیں۔

عام سرخ خون کے خلیات.

سرخ خون کے خلیے ہڈی کے ایک حصے میں بنائے جاتے ہیں جسے بون میرو کہتے ہیں۔نوجوان آر بی سی بون میرو میں پختہ ہوتے ہیں، وہ ہیموگلوبن پیدا کرتے ہیں۔آپ کے جسم کو آر بی سی کے لیے ہیموگلوبن بنانے کے لیے آئرن کی ضرورت ہوتی ہے۔ایک بار جب یہ عمل مکمل ہوجاتا ہے، آر بی سی خون کے دھارے میں جاری ہوتے ہیں۔صحت مند آر بی سی خون کے دھارے میں گردش کرتے ہیں، اس سے پہلے کہ وہ ہٹائے جائیں، اور ان کے لوہے کو نئے آر بی سی بنانے کے لیے ری سائیکل کیا جاتا ہے۔

اضافی آئرن ایک خاص پروٹین میں محفوظ ہوتا ہے جسے فیریٹن کہتے ہیں۔ آپ کے جسم میں لوہے کی مقدار میں تبدیلی کے ساتھ ہی فیریٹین کی مقدار بدل جائے گی۔مثال کے طور پر، جس شخص کے جسم میں لوہے کی سطح کم ہوتی ہے اس کے خون میں فیریٹین کی سطح کم ہوتی ہے۔

خون کی کمی کے اسباب

انیمیا کسی بھی چیز کی وجہ سے ہوسکتا ہے جو آپ کے خون میں آر بی سی کی تعداد کو کم کرتا ہے یا ہر آر بی سی میں پائے جانے والے ہیموگلوبن کی مقدار کو کم کرتا ہے۔کچھ حالات میں، ایک شخص میں خون کی کمی کی ایک سے زیادہ وجوہات ہوسکتی ہیں۔خون کی کمی کی وجوہات کو اکثر تین گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ۔ایسے وجوہات جہاں کافی RBCs پیدا نہیں ہوتے ہیں۔وہ حالات جہاں آر بی سی عام طور پر پختہ نہیں ہوسکتے ۔ایسی وجوہات جہاں خون کے دھارے سے آر بی سی کو معمول سے زیادہ تیزی سے ہٹایا جاتا ہے۔

سانس لینے میں دشواری یا سر چکرانا

ہیموگلوبن میں آئرن کی مقدار کی وجہ سے خون کا رنگ سرخ ہوتا ہے، جن کا کام دوران خون جسم کو آکسیجن پہنچانا ہوتا ہے ۔ جب جسم کو مناسب مقدار میں آکسیجن نہیں ملتی تو نتیجے میں سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے جبکہ اکثر سر چکرانے لگتا ہے یا مریض ہلکا پن محسوس کرتا ہے۔

سینے میں درد

جسم میں صحت مند سرخ خلیات کی کمی کی وجہ سے دل کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے تاکہ جسم کو خون کی فراہمی ممکن بنائی جاسکے، اس کے نتیجے میں دل کی دھڑکن معمول سے زیادہ تیز ہوجاتی ہے اور سینے میں درد ہونے لگتا ہے۔

صرف سبزیوں کا استعمال

ایک ریسرچ کے مطابق اگرچہ جسم کو آئرن کی مناسب مقدار سبزیوں سے مل جاتی ہے، مگر یہ غذا وٹامن بی 12 کی فراہمی میں ناکام رہتی ہے، جس کے نتیجے میں جسم میں اس وٹامن کی کمی ہونے لگتی ہے جو کہ انیمیا کے مرض کی وجہ بن جاتی ہے۔

شدید تھکن

شکاگو یونیورسٹی کی ایک ریسرچ کے مطابق انیمیا کی سب سے عام اور نمایاں علامت تھکن کا احساس ہے، تحقیق کے مطابق اس تھکن کی علامت کا اظہار لوگوں میں مختلف انداز میں ہوتا ہے، کچھ کو تھکن بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کی وجہ بھی آئرن یا وٹامن بی 12 کی کمی ہے، جو سانس کی تنگی اور سر چکرانے کا باعث بنتی ہے۔

سر درد کی شکایت

جسم میں آئرن کی کمی ہو تو وہ دیگر ٹشوز کے مقابلے میں دماغ کو ترجیح دینے کی کوشش کرتا ہے، مگر ایسا ہونے پر بھی آکسیجن کی مقدار مناسب نہیں ہوتی، جس کے نتیجے میں دماغی شریانیں سوجن کا شکار ہوجاتی ہیں اور ہر وقت سر درد کی شکایت رہنے لگتی ہے۔

ہیموگلوبن کی کمی دور کرنے کے طریقے

ہیموگلوبن آئرن سے بھرپور پروٹین ہے جو خون کے لال خلیوں میں موجود ہوتا ہے ۔یہی پروٹین پورے جسم میں آکسیجن پہنچانے کا ذریعہ ہے۔اس کا کام پھیپھڑوں سے آکسیجن لے کر پورے جسم کے ٹشوز میں پہنچانا ہے۔اس طرح خلیات اپنا کام صحیح طرح سے انجام دے پاتے ہیں۔اس کے علاوہ ہیموگلوبن خلیات سے کاربن ڈائی آکسائڈ لے کر پھیپھڑوں میں پہنچاتا ہے صحت مند زندگی کے لئے ہیموگلوبن کی بہت اہمیت ہے اس لئے ضروری ہے کہ خون میں اس کی مناسب مقدار کو قائم رکھا جائے ۔مردوں میں ہیموگلوبن کا لیول ۱۳ سے ۱۸ جبکہ خواتین میں ۱۲ سے ۱۶ ہونا چاہئے ۔ جب ہیموگلوبن کا لیول گرتا ہے تو اس سے کمزوری، سستی، سر درد، سانس کا پھولنا، رنگت پیلی پڑ جانا، دھڑکن کا تیز ہونا اور بھوک کم لگنے جیسے مسائل پیش آتے ہیں۔اگر ہیموگلوبن کا لیول مستقل طور پر گرتا رہے تو مریض انیمیا کا شکار ہوجاتا ہے۔کچھ قدرتی ذرائع استعمال کرکے ہیموگلوبن کی کمی کو دور کیا جاسکتا ہے۔

ہیموگلوبن لیول بڑھانے کے طریقے

آئرن سے بھرپور غذائیں

آئرن کی کمی ہیموگلوبن کے کم ہونے کی اہم وجہ ہے ۔کلیجی، گوشت، پالک، بادام، کھجور اور دلیے میں آئرن کی وافر مقدار موجود ہوتی ہے ۔اپنے ڈاکٹر سے پوچھ کر کوئی آئرن سپلیمنٹ بھی لے سکتے ہیں، کیونکہ زیادہ مقدار میں آئرن لینا بھی بعض اوقات نقصان دہ ہوتا ہے۔

وٹامن سی کا استعمال

وٹامن سی کی کمی کی وجہ سے کم ہونے والا ہیموگلوبن ، وٹامن سی سے بھرپور غذائیں لینے سے بڑھ سکتا ہے۔وٹامن سی کی کمی کی وجہ سے آئرن پوری طرح جسم میں جزب نہیں ہو پاتا۔وٹامن سی پپیتہ، کینو، لیمو، اسٹرابیری، شملہ مرچ، گریپ فروٹ، ٹماٹر اور پالک میں موجود ہوتا ہے ۔ان غذاؤں کو اپنی خوراک میں شامل کرکے وٹامن سی کی کمی کو پورا کیا جاسکتا ہے۔اس کے علاوہ ڈاکٹر کے مشورے سے وٹامن سی کا سپلیمنٹ بھی لیا جاسکتا ہے۔

فولک ایسڈ

فولک ایسڈ ایک بی کمپلیکس وٹامن ہے، جو ریڈ سیل بنانے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فولک ایسڈ کی کمی ہیموگلوبن کی کمی کا باعث بنتی ہے ۔کچھ غذاؤں کے ذریعے فولک ایسڈ حاصل کیا جاسکتا ہے۔جیسے ہرے پتوں والی سبزیاں، کلیجی، چاول، خشک پھلیاں، بیج، گیہوں، دلیہ، مونگ پھلی اور کیلے وغیرہ۔

ہفتۂ رفتہ

بہار اسمبلی میں وندے ماترم کا پڑھا جانا دستور کے منافی: حضرت امیر شریعت

بہار اسمبلی کے سرمائی اجلاس کے اختتام پر وندے ماترم گائے جانے پر امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وندے ماترم میں پوجا پاٹ کی بات کی گئی ہے، جو مسلمانوں کے مذہب اور عقیدے سے ٹکراتا ہے، اس لیے اسمبلی میں اسے نہیں گانا چاہئے، حضرت امیر شریعت نے کہا کہ دستور کی دفعہ 25 جس میں لوگوں کو مذہب کی آزادی دی گئی ہے، وندے ماترم کے پڑھنے سے یہ دستوری آزادی سلب کرنے کی کوشش کے ساتھ دستور کے منافی عمل ہے۔افسوس ہے دستور ساز اسمبلی ہی کے ذریعہ دستور ہند کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں، جو ایک جمہوری ملک کے لیے خطرناک ہے، امیر شریعت نے وزیر اعلیٰ بہار اور اسمبلی کے صدر سے آئندہ اس طرح کی حرکتوں پر روک لگانے کی اپیل کرتے ہوئے کہا کہ اس سے غلط پیغام جاتا ہے، اور ریاست کی پہچان خراب ہوتی ہے، اسمبلی جو سیکولرزم کا نمونہ ہے، وہاں کوئی ایسا کام نہیں ہونا چاہئے جس سے سیکولرزم کے بنیادی ڈھانچہ کو دھچکا لگے ۔وندے ماترم پڑھنا اختیاری چیز ہے، اسے لازمی سمجھنا اور زبردستی کسی پر تھوپنا غلط ہے اور دستور میں دی گئی مذہبی آزادی سلب کرنے کے مترادف ہے۔

پی ایچ ڈی میں داخلے کے خواہشمند طلبہ کے لئے نئی گائیڈ لائنس جاری

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (یو جی سی) نے ملک بھر کی مرکزی امداد یافتہ یونیورسٹیوں میں تحقیق، انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ داخلوں سے متعلق اہم فیصلے لیے ہیں۔کمیشن نے پی ایچ ڈی میں داخلے کے لیے قومی داخلہ ٹیسٹ یعنی نیٹ کا امتحان پاس کرنا ضروری قرار دیا ہے ۔اس کے ساتھ ساتھ ان مرکزی امداد یافتہ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں مختلف انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کورسز میں کامن انٹری ٹیسٹ یعنی CET کے ذریعے داخلہ لینے کی ہدایات دی گئی ہیں۔ پی ایچ ڈی، پی جی اور یو جی داخلوں کے لیے یو جی سی کے جاری کردہ نئے اصول اگلے تعلیمی سیشن یعنی 2022-23 سے لاگو ہوں گے۔سینٹرل یونیورسٹیوں کے لیے سنٹرل اہلیت کا امتحان یا CET کم از کم 13 زبانوں میں نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی (NTA) کے ذریعے منعقد کیا جائے گا۔UGC نے پرائیویٹ اور دیگر ڈیمڈ یونیورسٹیوں کو بھی داخلہ کے لیے CET کے اسکور پر غور کرنے کا مشورہ دیا ہے۔سنٹرل یونیورسٹیوں کے لیے سی ای ٹی اس سال سے شروع ہونے کی امید تھی، لیکن وبائی امراض کی وجہ سے اسے ملتوی کردیا گیا تھا۔

راشد العزیزی ندوی

حج ۲۰۲۲ء کے لئے فارم بھرنے کی آخری تاریخ ۳۱؍جنوری

بہار ریاستی حج کمیٹی کے چیئر مین الحاج محمد الیاس عرف سونو بابو کی اطلاع کے مطابق حج ۲۰۲۲ء مطابق ۱۴۴۳ھ کے لئے حج درخواست فارم بھرنے کی آخری تاریخ ۳۱؍جنوری ۲۰۲۲ء ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ حج کے خواہشمند ایسے افراد جنہوں نے ۲۰۲۲ء کے لئے اپنا درخواست فارم اب تک آن لائن نہیں کرایا ہے، وہ آخری تاریخ کا انتظار کئے بغیر جلد از جلد اپنا فارم آن لائن مکمل کرالیں۔حج درخواست آن لائن کرانے کے بعد اس کی ہارڈ کاپی بھی منسلک دستاویزات کے ساتھ پٹنہ واقع بہار ریاستی حج کمیٹی کے دفتر حج بھون پٹنہ میں جمع کرادیں، تاکہ ان کا کور نمبر جاری کیا جاسکے۔

پردھان منتری آواس یوجنا مارچ 2024 تک جاری رہے گی

حکومت نے پردھان منتری آواس یوجنا گرامین (پی ایم اے وائی - جی) کو مارچ 2024 تک جاری رکھنے کا فیصلہ لیا ہے اس پر 2,17,257 کروڑ روپے کی کل لاگت آنے کا تخمینہ ہے اور اس میں سے 1,25,106 کروڑ روپے مرکزی حکومت فراہم کرے گی وزیر اعظم نریندر مودی کی صدارت میں کابینہ کے اس فیصلے کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہوئے اطلاعات ونشریات کے وزیر نے کہا کہ اسکیم کو 31 مارچ 2021 سے آگے بڑھانے کی دیہی ترقی وزات کی تجویز کو منظوری دی گئی ہے۔انہوں نے کہا کہ اسے مارچ 2024 تک جاری رکھا جائے گا اور اس کے تحت بقیہ 155.75 لاکھ مکانات کی تعمیر کا کام مکمل کیا جائے گا۔

پرائمری اسکولوں میں ورزش وصحت کی تعلیم وتربیت کیلئے معلمین کی بحالی جلد

ریاست بہار کے سرکاری پرائمری اسکولوں میں ورزش وصحت کی تعلیم وتربیت کے معلمین کے خالی عہدون پر بحالی کی جائے گی، پنچایت انتخابات کے لئے جاری ضابطہ اخلاق کے ختم ہوتے ہی اس کی کارروائی شروع ہوجائے گی، وزیر تعلیم وجے کمار چودھری نے بھی واضح کردیا ہے کہ پنچایت انتخابات ختم ہوتے ہی اسکولوں میں خالی عہدوں پر تقرری کے لئے پریس نوٹ جاری کیا جائے گا۔ پرائمری اسکولوں میں فزیکل ایجوکیشن وہیلتھ انسٹرکٹرس کے ۸۳۸۶؍عہدوے خالی ہیں، محکمہ تعلیم نے ان خالی عہدوں کی منظوری پہلے ہی دے دی۔ دو ہفتہ قبل اس کے لئے پرائمری ایجوکیشن ڈائریکٹوریٹ کی جانب سے جنرل ایڈمنسٹریشن کو خط لکھا گیا ہے، ہدایات جاری ہونے کے بعد جلد ہی ڈائریکٹوریٹ کی طرف سے بحالی کا عمل شروع ہوجائے گا۔

Volume:61/71,Issue:49 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

ملے عروج تو مغرور مت کبھی ہونا
بلندیوں کے سبھی راستے ڈھلان سے ہیں
(رضاموورانوی)

شہریت ترمیمی قانون کا مستقبل

معصوم مراد آبادی

زرعی قوانین کی واپسی کے بعدسی اے اے اوراین آرسی کی واپسی کے مطالبات نے زور پکڑلیا ہے، مختلف حلقوں کی طرف ے یہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ جس طرح وزیراعظم نے تینوں متنازعہ زرعی قوانین کوواپس لیا ہے، اسی طرح وہ سی اے اے اوراین آرسی کی واپسی کا بھی اعلان کریں۔اس سلسلہ میں ایک طرف جہاں شاہین باغ جیسے احتجاج دوبارہ منظّم کرنے کی باتیں ہورہی ہیں تو وہیں دوسری طرف شمال مشرقی ریاست آسام کی متعدد تنظیموں نے اس کے خلاف دوبارہ ماحول سازی شروع کردی ہے۔آسام میں طلباء کی مختلف تنظیموں نے اعلان کیا ہے کہ سی اے اے قانون چونکہ ان کی ثقافتی شناخت ختم کردے گا، اس لئے وہ اسے نافذنہیں ہونے دیں گے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیاواقعی کام اتنا آسان ہے کہ وزیراعظم مسلم جماعتوں اورشمال مشرق کی طلباءتنظیموں کے بیانات پر کان دھرتے ہوئے شہریت ترمیمی قانون کو واپس لینے یا پھر این آرسی نافذ نہ کرنے کا اعلان کریں گے؟ اس کی تفصیلات پر ہم آگے چل کر روشنی ڈالیں گے، آیئے پہلے یہ دیکھیں کہ زرعی قوانین اورسی اے اے تحریکوں کی نفسیات میں بنیادی فرق کیا ہےاوران کے سیاسی محرکات کیا ہیں۔

سبھی جانتے ہیں کہ متنازعہ زرعی قوانین واپس لینے کا فیصلہ سرکار نے سیاسی نقصان کے اندیشوں کے تحت کیا ہے، کیونکہ یوپی اور پنجاب سمیت ملک کی پانچ ریاستوں میں اسمبلی انتخابات ہونے والے ہیں۔یوپی اور پنجاب دونوں ہی ریاستوں میں کسانوں کے ووٹ بہت معنی رکھتے ہیں۔زرعی قوانین کی وجہ سے ان دونوں ریاستوں کے کسان مودی سرکار سے بے حدناراض ہیں، اسی ناراضگی کودور کرنے کے لئے زرعی قوانین کوواپس لینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔جبکہ اس کے برعکس سی اے اے قانون مودی حکومت کے اس ایجنڈے کا حصہ ہے جس کے تحت وہ اپنے ووٹ بینک کومضبوط کرنا چاہتی ہے۔اگرآپ غور سے دیکھیں تو پائیں گے کہ اس حکومت نے اپنے سات سالہ دوراقتدار میں ہروہ کام کیا ہے جس سے اکثریتی طبقہ کوجذباتی تسکین پہنچانے والا ہواور جس سے ہندتو کے نظریہ کوتقویت حاصل ہو۔دستور کی دفعہ 370 کا خاتمہ ہو یارام مندر کی اڑچنوں کودور کرنے کا معاملہ تین طلاق کو ختم کرنے کا قانون ہو یا پھرشہریت سے متعلق ایکٹ میں فرقہ وارانہ ترمیم۔یہ سبھی کام دراصل مسلمانوں کوحاشیہ پر پہنچانے کے لئے کئے گئے ہیں اوران کا ایک ہی مقصد ہے کہ اس ملک میں جس کا دستور سیکولر ہے اور جہاں کے ہرفرد کو یکساں آزادی اور حقوق حاصل ہیں، وہاں اکثریتی طبقہ کی بالادستی قائم کی جائے۔

حکومت نے جس وقت شہریت ترمیمی قانون کا بل پالیمنٹ میں پیش کیا تھا، اسی وقت یہ بات کہی گئی تھی کہ یہ آزاد ہندوستان کے سیکولر جمہوری قانون میں پہلی فرقہ وارانہ ترمیم ہوگی، اس ترمیم کی رو سے پڑوسی ملکوں پاکستان، افغانستان اور بنگلہ دیش میں رہنے والے غیرمسلموں کوتو ہندوستانی شہریت دینے کی گنجائش ہے، لیکن اگران ملکوں کا کوئی مسلمان ہندوستانی شہری بننا چاہے تواس کی ہرگز اجازت نہیں ہے، سبھی جانتے ہیں کہ دستور میں ہندوستانی شہریت حاصل کرنے کی شرائط میں مذہب کی شق ہی نہیں ہے۔مگرمودی سرکار نے اس قانون میں مذہبی شق شامل کرکے پڑوسی ملکوں کے کسی بھی مسلمان کو ہندوستانی شہریت حاصل کرنے کے حق سے محروم کردیا ہے۔یہی وہ بنیادی نکتہ تھا جس پرسول سوسائٹی اور انسانی حقوق کے کارکنوں نے ملک گیر سطح پراحتجاج درج کرایا۔یہ احتجاج جس کا آغاز شاہین باغ میں بوڑھی دادیوں نے کیا تھا، عالمی توجہ کا مرکز بھی بنا۔اس قانون کے خلاف سپریم کورٹ میں بھی متعدد عرضیاں داخل کی گئیں۔یہاں تک کہ اقوام متحدہ نے بھی اس معاملے میں سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔مگرسپریم کورٹ نے ابھی تک اس پرسنوائی شروع نہیں کی ہے۔آپ کومعلوم ہے کہ جس وقت سپریم کورٹ کی مداخلت اورکورونا کی وجہ سے شاہین باغ کا دھرنا ختم کیا گیا تھاتو یہ بات بھی کہی گئی تھی کہ فی الحال وبائی دور کے پیش نظراسے موخر کیا جارہا ہےاور جیسے ہی حالات معمول پرآئیں گے یہ تحریک دوبارہ شروع ہوجائے گی۔

لیکن اس دوران سب سے بڑاستم یہ ہوا کہ شمال مشرقی دہلی میں بھیانک فرقہ وارانہ فساد برپا ہوگیا، جس میں پچاس سے زیادہ بے گناہ افراد کی جانیں چلی گئیں۔دوسراظلم یہ ہوا کہ ان تمام لوگوں کواس فساد کا ماسٹر مائنڈ قرار دے کر گرفتار کرلیا گیا جنھوں نے کسی نہ کسی صورت میں اس احتجاج میں سرگرم حصہ لیا تھا۔ان لوگوں کے خلاف دہشت گردی مخالف قانون یواے پی اے کے تحت کارروائی کی گئی تاکہ انہیں ضمانت ہی نہ مل سکے۔یہ لوگ آج بھی سلاخوں کے پیچھے ہیں اوران کی ضمانت عرضیاں مسلسل خارج ہورہی ہیں۔کوئی نہیں جانتا کہ ان لوگوں کی رہائی کب اور کیسے عمل میں آئے گی۔

اس دوران متنازعہ زرعی قوانین کی واپسی کے اعلان کے بعدان لوگوں میں نئی توانائی پیدا ہوگئی ہے جنہوں نے شہریت ترمیمی قانون کے خلاف محاذ آرائی کی تھی، ایک طرف جہاں لکھنؤ میں شاہین باغ طرز کے مظاہروں کی قیادت کرنے والی خواتین نے سی اے اے کوبھی منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا ہے تو وہیں آسام کی متعدد تنظیمیں سی اے اے کے خلاف از سرنو احتجاج شروع کرنے کے لئے کمر کس رہی ہیں۔کئی مسلم تنظیموں نے بھی اس معاملے میں آواز اٹھائی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ سی اے اے دستور کے خلاف ہے، اس لئے اسے واپس لیا جائے۔ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ''کسانوں کواتنی مضبوط تحریک اسی نے دلائی تھی۔زرعی قوانین کی واپسی کے فیصلے نے یہ ثابت کردیا ہے کہ جمہوریت میں عوامی طاقت ہی سب سے اوپر ہے۔اب حکومت کومسلمانوں کے خلاف بنائے گئے اس قانون کوبھی ردکرنا چاہئے''۔

دوسری طرف شمال مشرقی کی طلباءتنظیمیں بنگلہ دیش سے نقل مکانی کرنے والے ان غیرمسلموں کے بارے میں فکر مند ہیں جوان کی ثقافتی شناخت کے لئے خطرہ بنیں گے۔آل آسام اسٹوڈینٹس یونین (آسو) سے لے کرشکتی مکتی سنگرام سمیتی تک وہ متعدد تنظیمیں جو2019 میں کورونا وبا پھوٹنے سے قبل سی اے اے مخالف مظاہروں میں پیش پیش تھیں، انہوں نے دوبارہ اس تحریک کوزندہ کرنے پرغوروخوض شروع کردیا ہے۔ان تنظیموں کے لیڈروں کا بھی یہی کہنا ہے کہ سی اے اے کے خلاف جوتحریک کورونا کی وجہ سے کمزور پڑگئی تھی اسے زرعی قوانین کی منظوری نے ایک نیا حوصلہ دے دیا ہے۔

واضح رہے کہ آسو اور نارتھ ایسٹ اسٹوڈینٹس آرگنائزیشن نے تیس دیگر تنظیموں کے ساتھ اس سلسلے میں بات چیت کا سلسلہ شروع کردیا ہے کہ سی اے اے کے خلاف مہم کوکس طرح نئی حکمت عملی کے ساتھ آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ یہ مہم کبھی ختم ہی نہیں ہوئی۔ہم مختلف سطحوں پراپنی مزاحمت جاری رکھے ہوئے ہیں''۔ظاہر ہے یہ صورتحال حکومت کے لئے ایک نیادردسر پیدا کرسکتی ہے جس پراس نے زرعی قوانین کی واپسی کے وقت شاید کوئی غور ہی نہیں کیا۔شہریت ترمیمی قانون اس ملک کے مظلوم طبقوں میں شدید بے چینی پیدا کردی ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ یہ حکومت اپنے ایجنڈے کونافذ کرنے کے لئے کسی بھی حدتک جاسکتی ہے۔ظاہر ہے جب کسی حکومت کوعوام کے بنیادی مسائل کوحل کرنے کا کوئی راستہ نہیں سوجھتا تو وہ انہیں فروعی مسائل میں الجھا کر ان کا سیاسی استحصال کرتی ہے۔موجودہ سرکاراس کی سب سے بڑی مثال ہے۔اس ملک کے مظلوم عوام کو چاہئے کہ وہ اپنے جائز دستوری حقوق کوحاصل کرنے کی جدوجہد جاری رکھیں۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگراوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تواس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اورمنی آرڈرکوپن پراپنا خریداری نمبرضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبراور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پرڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پرخبرکردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 **رابطہ اور واٹس آپ نمبر**

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

(منیجر نقیب)

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (MMRM ITI)

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

کے درج ذیل ٹریڈس میں خواہش مند میٹرک پاس طلبہ داخلہ لے سکتے ہیں:

۱۔ڈرافٹ مین سول ۲۔فیٹر ۳۔الیکٹرانکس میکانک ۴۔پلمبر

ذیل میں دیئے گئے نمبرات پرمزید تفصیلات معلوم کرسکتے ہیں۔

رابطہ نمبر: 9304741811,8825126782,9065940134

سہیل احمد ندوی
سکریٹری

WEEK ENDING-13/12/2021, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail :naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب — قیمت فی شمارہ -/8 روپے — ششماہی -/250 روپے — سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna # 9473371988

Scanned with CamScanner